2024

زادِ الخطیبِ

خطباء منبر حسینی کے لیے ایک نایاب تحفہ

مرکز معارف اسلامی
www.maarefislami.com

زادالخطيب

بسم الله الرحمن الرحيم

(خطباء منبر حسینیؑ کے لیے ایک نایاب تحفہ)

زاد الخطیب

ناشر

مرکز معارف اسلامی

فہرست

مقدمہ -- 7

آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد الیعقوبی (دام ظلہ) کا پیغام ---------------- 10

وکیلِ مرجعیت علامہ شیخ ہادی حسین ناصری کا پیغام ---------------- 13

محرم اہل بیتؑ اور اُن کے شیعوں کیلئے غم کا مہینہ ہے ---------------- 15

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کا فلسفہ ---------------------- 27

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت و آثار ------------------ 41

شعائر الہیہ اور خون حسین علیہ السلام ------------------------ 51

امام حسین وارثِ انبیاءؑ ---------------------------------- 58

حسین منی وانا من حسین ---------------------------------- 72

شرح زیارت (1) ---------------------------------- 81

شرح زیارت (2) ---------------------------------- 97

شرح زیارت (3) ---------------------------------- 108

عزت کی موت -- 116

مصادر ومنابع -- 125

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

الحمد لله ربّ العالمين وصلّى الله على سيّدنا محمّد وعلى أهل بيته الطيّبين الطاهرين واللعن الدائم على أعدائهم أعداء الدين من الأولين والآخرين.

امام حسین علیہ السلام کا انقلاب ایسی انفرادیت اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔جس کی تاریخ بشریت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اِس کے انقلاب کے اہداف، اُصول ومبادی، نتائج، قائدین اور شہداءؑ سب اپنی جگہ بے مثال ہیں۔۔

روزِ عاشوراء امام حسینؑ اور آپکے کے اہل بیتؑ واصحابؓ کے خون نے ہر اُمت اور ہر نسل کے لیے ظلم اور ظالموں کے سامنے ڈٹ جانے کا اُصول پیش کیا۔لشکرِ حسینیؑ نے نہایت کم تعداد، قلیل سی جماعت اور مختصر سامانِ جہاد کے باوجود ایسی عظیم اور لازوال قربانی پیش کی۔جس کے سبب ہر دن عاشوراء اور ہر زمین کربلا بن گئی ہے۔

جس اصلاح کو امام عالی مقامؑ نے اپنا شعار اور ہدف بنایا اور جس کی خاطر اپنے پاکیزہ خون کی قربانی پیش کی۔وہ دین کی حفاظت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین کی سیرت کو دوام وتسلسل دینا ہے۔

جیسا کہ آپؑ نے اپنے بھائی جناب محمد بن حنفیہ علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے اِس بات کی طرف اِشارہ کیا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

...وإنّي لم أخرج أشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً، وإنّما خرجت لطلب الإصلاح في أُمّة جدّي، أريد أن آمر بالمعروف وأنهى عن المنكر وأسير بسيرة جدّي وأبي عليّ بن أبي طالب، فمن قبلني بقبول الحقّ فالله أولى بالحقّ، ومن ردّ عليّ هذا، أصبر حتّى يقضي الله بيني وبين القوم وهو خير الحاكمين

۔۔میں شر پھیلانے، تکبر ظاہر کرنے، فساد ڈالنے اور ظلم کے لیے نہیں نکل رہا۔ میں صرف اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لیے نکل رہا ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اور اپنے نانا اور بابا علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت پہ چلوں۔

لہذا جو حق کو قبول کرتے ہوئے میری بات مان لے تو خدا سب سے بڑھ کر حق کا قدردان ہے۔ اور جو شخص میری اِس بات کو نہ مانے تو میں صبر اختیار کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور باقی لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

امامؑ کی وصیت میں اصلاح سے مراد دین اور زندگی کے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہے۔ جو آپؑ کی عظیم تحریک اور یزیدیت کے خلاف قیام کی بدولت انجام پائی۔

آپؑ کی شہادت لوگوں کے لیے دینی، معنوی، انسانی اور اُخروی ہر اعتبار سے سببِ رُشد و ہدایت ٹھہری۔ آپؑ کے قیام نے آئندہ نسلوں کو ظلم اور باطل کے خلاف کھڑے ہو جانے کا حوصلہ دیا۔ جیسا کہ حضرت امام خمینیؒ کا قیام، انقلابِ اسلامی اور لبنان میں مقاومتِ اسلامی جیسی باطل شکن تحریکیں اِسی اَساس پر قیام پذیر ہوئی۔

لہذا ہمیں عزاداری اور تحریک حسینیؑ کے ساتھ صرف اتنا ربط نہیں رکھنا چاہیے کہ فقط چند روز مراسمِ عزا انجام دیں، مجالسِ عزا برپا کریں اور ماتم و سینہ زنی کر کے مطمئن ہو جائیں کہ ہم نے اپنی ذمہ داری ادا کردی ہے۔

بلکہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اُن اُمور کی پابندی کریں جو ایک مسلمان کے لیے لازم

ہوتے ہیں ۔ہم اِن اہداف کواُس وقت پا سکتے ہیں کہ جب ہم قیام حسینیؑ سے صحیح معنوں میں استفادہ کریں اور عاشوراء کا احیاء واجدان، معرفت اور ثقافت ہر سہ لحاظ سے کریں۔

اِس مقصد کے لیے ہم منبر حسینی کے خطباء کے لیے یہ مختصر سا کتابچہ پیش کر رہے ہیں ۔ جو مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمی الشیخ محمد یعقوبی اور پاکستان میں اُن کے وکیل علامہ ھادی حسین ناصری کی وصیتوں اور توجیہات پر مشتمل ہے۔

اِس کے ساتھ ہم مرکز معارف اسلامی کے شعبہ تالیف وترجمہ کے علماء کے بھی تہ دل سے شکر گزار ہیں ۔جنہوں نے اِس کتاب کی تیاری میں بھرپور معاونت فرمائی ۔ اِس کتابچہ میں دس مجالس پیش کی گئی ہیں تا کہ مبلغ وخطیب منبر حسینیؑ کے لیے مجالس کی تیاری میں آسانی ہو سکے۔ہم خداوند متعال کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ہماری اِس محنت وسعی کو قبول فرمائے۔

والحمدللہ ربّ العالمین

مرکز معارف اِسلامی

مبلغین اور خطباء کیلئے

آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد الیعقوبی (دام ظلہ) کا پیغام

آیت اللہ شیخ محمد الیعقوبی (دام ظلہ) نے مجالسِ حسینیؑ کو فعال اور مؤثر بنانے کی ترغیب دلائی ہے۔آپ کہتے ہیں: ہمیں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مجالس کو پہلے کی نسبت زیادہ جاہ وجلال کے ساتھ منعقد کرنا چاہیے۔ اور اُن میں اپنی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنانا چاہیے۔ کیونکہ وہ جہالت پر عقل، ناانصافی پر انصاف، خیانت پر ایمانداری اور ظالموں کی حکومت پر اسلام کی حکومت کے غالب آنے کی مجالس ہیں۔لہذا جو بھی شخص عمومی اور خصوصی مجالس عزا برپا کرتا ہے وہ آخرت سے پہلے اُن کی دنیاوی برکات سے بھی مستفید ہوتا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد یعقوبی (دام ظلہ) کے مطابق مجالس حسینیؑ بہت زیادہ برکات اورفوائد کی حامل ہیں جنہیں انسان آخرت سے پہلے اپنی زندگی میں ہی محسوس کرسکتا ہے۔جو بھی عمومی یا کسی خاص صنف وطبقے کے لیے مجلس عزا منعقد کرے تو اُسے دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی ملے گی۔

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد یعقوبی (دام ظلہ) نے حسینیؑ مبلغین سے اپنے براہ راست خطاب میں فرمایا:

(۱) امام حسین علیہ السلام ایک بولنے والا قرآن ہیں۔آپؑ آخری لمحات تک اورحتیٰ کہ شہادت کے بعد بھی قرآن سے جدا نہیں ہوئے۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ اُمت کو قرآن کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کریں۔

(۲) مبلغین کو چاہیے کہ وہ اہل بیتؑ کی مظلومیت کا پرچار کریں۔جس کا آغاز 11 ہجری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ہوتا ہے کہ جب اُمت آپؐ کے جانشین مولا علیؑ کے خلاف ہوگئی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک پہنچنے کے لیے سقیفہ میں اجتماع کیا۔

(۳) مومنین کے سامنے آئمہ طاہرینؑ کی وصیتیں اور خصوصی احکامات بیان کریں۔تاکہ وہ اُن آدابِ زندگی کو اختیار کریں اور وہ اُن کے درمیان راسخ ہوجائیں۔

(۴) مومنین کے درمیان تفرقہ اور اختلاف کا باعث بننے والی ہر چیز کو اٹھانے سے گریز کریں اوران کے درمیان اتحاد، یکجہتی اور دوستی کو برقرار رکھنے پر توجہ دیں۔

(۵) علم اور بصیرت کے بغیر بات کرنے سے پرہیز کریں۔کیونکہ یہ بات دین میں حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [اور جس کا تمہیں علم نہ ہو، اس سے باز نہ رہو ، بے شک کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال ہوگا۔ (الاسراء:36)

(۶) اہل بیتؑ اور بالخصوص مولا صاحب العصرؑ کی محبت مومنین کے دلوں میں راسخ کرنا۔ کیونکہ آپؑ ہی حقیقی انتقام لینے والے ہیں۔آپؑ ظلم کو مٹا دیں گے اور زمین کو ظلم و ناانصافی سے بھر جانے کے بعد عدل سے بھر دیں گے۔

(۷) مسئلہ عاشورہ کی اصلی اور واضح تصویر پیش کرنا اور اس کے ثقافتی، نظریاتی، سماجی اور سیاسی نقطہ نظر کو واضح کرنا۔

(۸) شیعہ علماء کے متفقہ معتبر ذرائع پر انحصار کرنا اور اہم منابع اور معتبر کتابوں سے تحقیق کر کے مسئلہ حسینیؑ کو صحیح علمی انداز میں پیش کرنا۔

(۹) اس بات کی طرف توجہ کرنا کہ امام حسین علیہ السلام نے انقلاب سے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور طریقے کو زندہ کیا۔اِسی لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

(۱۰) محرم اور صفر میں مومنین کے جذبات سے استفادہ کرتے ہوئے اُن کی اصلاح کرنا اور انہیں توبہ کرنے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عہد کرنے کی دعوت دینا کہ وہ گناہوں اور بداعمالیوں کی طرف پلٹ نہ جائیں۔

(۱۱) خواتین سے خاص طور پر مہربان الفاظ میں خطاب کرنا۔انہیں زینبیؑ کے طریقے پر عمل پیرا

ہونے کی تلقین کرنا اور حجاب کی خصوصی تا کید کرنا۔ کیونکہ ان کا حجاب ان کی اسلامی شناخت اور پاکیزگی کی علامت ہے۔

(۱۲) مومنین کے دلوں میں مولا صاحب العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی محبت کو راسخ کرنا۔اور اُنہیں آپؑ کی ولایت ثابت قدم رہنے اور زمانۂ غیبت میں فقہاء کی نصرت کی تا کید کرنا۔

(۱۳) اسلامی شریعت کے مطابق جھوٹ بولنا جائز نہیں، حتیٰ کہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ و زاری کے لیے بھی۔لہذا مبلغین وخطباء کو احتیاط کرنی چاہیے کہ اُن سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو کہ جس سے خدا تعالیٰ اور امام زمانہ علیہ السلام راضی نہ ہوں۔

(۱۴) آئمہ اہل بیتؑ سے توسل کرنا اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے استغاثہ کرنا۔تا کہ آپؑ کے کلام میں برکت ظاہر ہو۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مبلغین اور خطباء کیلئے

وکیل مرجعیت علامہ ہادی حسین ناصری کا پیغام

(۱) اخلاقی اور معنوی پہلو کی اہمیت پر زور دینا کہ جو خدا سے ارتباط اور اُس پر توکل سے حاصل ہوتا ہے۔ اور انہیں بتانا کہ وہ جہاں بھی ہوں یہ عمل مومنین پر خدا کی مدد اور رحمت کے نزول کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

(۲) لوگوں کو خدائی حکم سے اس کی بنیاد پر جوڑنا ۔ چاہے وہ حکم کسی ایک فرد کے بارے میں ہو، یا پوری اُمت کے بارے میں ہو۔

(۳) لوگوں کو آخرت کیلئے کام کرنے کی ہدایت کرنا، تا کہ زندگی کو ہمیشہ باقی رہنے والی سعادت کے ساتھ جاری رکھا جا سکے۔

(۴) قوم کے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔ کیونکہ باطل کے خلاف حق کی جنگ قربانیوں کی متقاضی ہے اور کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی قربانیاں اس کا واضح ثبوت ہیں۔

(۵) قوم کی رہنمائی اور عقلیت کے لیے فقہا کے ساتھ وابستگی کی اہمیت کو بیان کرنا اور یہ کہ غیبت کے دور میں فقہاء کی سرپرستی ملت کی وحدت وعظمت کا ضامن ہے۔

(۶) دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت پر زور دینا۔ لیکن اس بات کی تاکید کرنا کہ اسلامی اتحاد کا مطلب شیعہ تشخص کو کسی دوسرے تشخص کے ساتھ تحلیل کرنا نہیں ہے۔

(۷) اس زمانے کے ظالموں اور یزیدیوں کی نشاندہی کرنا، جن کی آج بنیادی طور پر سرپرستی امریکہ اور اسرائیل کر رہے ہیں۔

اور ان ظالموں کی طرف سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور اس کے مظلوموں کے خلاف، خاص طور پر فلسطین، کشمیر اور یمن کے مظلوموں کے خلاف روا رکھے جانے والے دہشت گردانہ طریقوں کا

ازالہ کرنا۔

(۸) مظلوموں کی حمایت کے لیے اُمت کی ذمہ داریوں کو اُجاگر کرنا۔

(۹) مذہب حقہ کی خاطر قربانی دینے والے علماء کے ساتھ گہری وابستگی کی تاکید کرنا۔ کیونکہ اِسی میں ہماری نجات ہے۔

(۱۰) قوم میں سماجی یکجہتی کی ضرورت پر زور دینا۔ تاکہ باطل کے خلاف جنگ میں معاشرے کی اندرونی طاقت محفوظ ہو۔

(۱۱) لوگوں کا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ ربط مضبوط کرنا اور اُنہیں اُن کی ذمہ داریوں کیطرف متوجہ کرنا کہ جو امامؑ کے ظہور میں تعجیل کا سبب بن سکتی ہیں۔

(۱۲) نوجوانوں اور تمام مومنین کو سافٹ وار کے خطرے سے آگاہ کرنا۔ جو اُمت مسلمہ اور بالخصوص شیعوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ سوشل میڈیا اُس کے ہتھیاروں میں سے ایک ہے۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(01)

محرم، ماہِ غم

ماہ محرم الحرام اور منبر حسینیؑ کے آداب

ہم ماہِ محرم کی آمد کے موقع پر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف، ولی فقیہ آیۃ اللہ خامنہ ای (مدظلہ العالی، تمام مراجع عظام بالخصوص آیۃ اللہ العظمی الشیخ محمد یعقوبی (دام ظلہ) اور جملہ مومنین ومومنات کی خدمت میں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہیں۔ جن کی مظلومانہ شہادت سے خدا نے مومنین کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا کردی ہے جو کبھی ٹھنڈی نہ ہوگی۔

محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اِس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اِس مہینے کی حرمت اس قدر تھی کہ اِس میں جنگ حرام سمجھی جاتی تھی۔ اور اِسلام نے اِس مہینہ کی حرمت کو باقی رکھتے ہوئے اِسے اسلامی سالِ نو کا آغاز قرار دیا۔

مگر ہائے افسوس! بنی اُمیہ نے اِس مہینے کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور سید الشہداء مولا حسین اور آپؑ کے اہل بیتؑ واصحابؓ کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔

امام رضا علیہ السلام نے اِس فرمان میں اِس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الْمُحَرَّمَ شَهْرٌ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يُحَرِّمُونَ فِيهِ الْقِتَالَ! فَاسْتُحِلَّتْ فِيهِ

دِمَاؤُنَا، وَانتهكَتْ فِيهِ حُرْمَتُنَا، وَسُبِيَ فِيهِ ذَرَارِيُّنَا وَنِسَاؤُنَا، وَأُضْرِمَتِ النِّيرَانُ فِي مَضَارِبِنَا، وَانْتُهِبَ مَا فِيهَا مِنْ ثِقْلِنَا، وَلَمْ تُرْعَ لِرَسُولِ اللهِ حُرْمَةٌ فِي أَمْرِنَا

محرم وہ مہینہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی اِس مہینے میں جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے۔ مگر اِس مہینے میں ہمارے خون حلال سمجھے گئے، ہماری حرمت کو پامال کیا گیا، ہمارے بچوں اور اہل حرم کو اَسیر کیا گیا، ہمارے خیام کو آگ لگائی گئی، ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا گیا اور ہمارے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی حرمت کا لحاظ نہ رکھا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ محرم شروع ہوتے ہی اہل بیتؑ کے گھروں میں غم وحزن کا ماحول پیدا ہو جاتا تھا۔

جیسا کہ امام رضا علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

كَانَ أَبِي إِذَا دَخَلَ شَهْرُ الْمُحَرَّمِ لَا يُرَى ضَاحِكاً، وَ كَانَتِ الْكَآبَةُ تَغْلِبُ عَلَيْهِ حَتَّى يَمْضِيَ مِنْهُ عَشَرَةُ أَيَّامٍ ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْعَاشِرِ كَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ مُصِيبَتِهِ وَ حُزْنِهِ وَ بُكَائِهِ، وَ يَقُولُ هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي قُتِلَ فِيهِ الْحُسَيْنُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ". }أمالي الصدوق: المجلس 27{.

جب ماہِ محرم شروع ہوتا تو میرے باباؑ کو تبسم و مسکراہٹ کی حالت میں نہ دیکھا جاتا۔ حزن وملال آپؑ کے چہرے پر نمایاں ہوتا حتی کہ اِسی حالت میں عشرۂ محرم گزر جاتا۔

جب دسویں محرم کا دن آتا تو وہ آپؑ کے لیے مصیبت وحزن اور گریہ و بکا کا دن ہوتا اور آپؑ فرماتے کہ یہی وہ دن ہے جس میں فرزند رسول مولا حسینؑ کو شہید کیا گیا۔

محرم الحرام کا مہینہ اہل بیتؑ کے غم وسوگواری کا مہینہ ہے۔ اِس لیے اُن کے شیعوں کو بھی چاہیے کہ وہ غم وحزن کا اظہار کریں اور مجالس عزا برپا کریں۔

محرم الحرام کے حوالہ سے اہل بیت اطہارؑ نے کچھ آداب وسنن کی تاکید فرمائی ہے۔

اُن میں سے کچھ یہ ہیں:

1۔غم ومصیبت کا اظہار کرنا:

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ماہِ محرم الحرام شروع ہوتا تو میرے باباؑ کو ہرگز خوش اور مسکراتے ہوئے نہ دیکھا جاتا۔حزن وسوگواری آپؑ کے چہرے سے عیاں ہوتی۔ یہاں تک کہ اِسی حالت میں دس دن گزر جاتے۔

دسویں کا دن آپؑ کے لیے مصیبت وحزن اور گریہ وزاری کا دن ہوتا۔

اظہارِ حزن صرف سوگواری اور گریہ وبکا کی حد تک نہیں ہونا چاہیے۔

اِس سلسلہ میں حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ

عاشورہ کے پرچم زیادہ سے زیادہ بلند ہونے چاہئیں جو ظالم سے مظلوم کے انتقام کے دن کے آنے کا اعلان کریں۔

2۔امام حسینؑ پر گریہ کرنا:

امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے،آپؑ فرماتے ہیں:

فعلی مثل الحسین فلیبك الباکون، فإن البکاء علیه یحط الذنوب العظام

امام حسین علیہ السلام ایسے مظلوم ہیں کہ گریہ کرنے والوں کو اُن پر آہ وزاری کرنی چاہیے۔ بے شک امام حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام پر رونے اور گریہ کرنے کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ امام راحل حضرت امام خمینیؒ اِس غم کے پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

البکاء علی مصاب الإمام الحسین علیه السلام هو إحیاء للثورة، وإحیاء لفکرة وجوب وقوف الجمع القلیل بوجه إمبراطوریة کبیرة

امام حسین علیہ السلام پر گریہ وبکا سے مراد آپؑ کے انقلاب کو زندہ کرنا اور قلیل جماعت کے کثیر التعداد لشکروں کے مقابلے میں ڈٹ جانے کی فکر کو تسلسل دینا ہے۔

3۔مومنین کو تعزیت پیش کرنا:

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

۔۔پھر مومن کو چاہیے کہ مولا حسینؑ پر گریہ وزاری کرے اور اگر افرادِ خانہ سے تقیہ نہ ہو تو اُنہیں بھی گریہ کی ترغیب دلائے ۔۔مومنین ایک دوسرے کو مولا حسین علیہ السلام کی مظلومت پر تعزیت پیش کریں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی کہ مومنین ایک دوسرے کو کس طرح تعزیت پیش کریں؟

تو امامؑ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

عظَّم الله أجورنا بمصابنا بالحسين عليه السلام، وجعلنا من الطالبين بثأره مع وليِّه الإمام المهدي عجل الله تعالى فرجه الشريف من آل محمد

خدا غمِ حسینؑ کی وجہ سے ہمیں اجرِ عظیم عطا کرے اور ہمیں اُن کے خون کے وارث امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ آپؑ کا بدلہ لینے والوں میں سے قرار دے۔

مومنین کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو اِس انداز سے تعزیت پیش کریں کہ اُس میں امام عالی مقامؑ کے پیغام کی تبلیغ کی کیفیت ہو۔امام خمینیؒ اِس حوالہ سے فرماتے ہیں:

بأنه شهر انتصار الدم على السيف، شهر تمكن فيه الحق من دحض الباطل ودمغ جبهة الظالمين والحكومات الشيطانية بختم البطلان، شهر علَّم الأجيال على مر التاريخ طريق الانتصار على الرماح، شهر سُجلت فيه هزيمة القوى الكبرى أمام كلمة الحق. شهر علمنا فيه إمام المسلمين طريق مواجهة الظالمين على مدى التاريخ

یہ تلوار کے مقابلہ میں خون کی فتح کا مہینہ ہے۔اِس مہینہ میں حق کو غلبہ ملا، باطل ذلت کی پستیوں میں دھنس گیا اور ظالموں اور شیطانی حکومتوں کے ماتھے پر باطل ہونے کی مہر لگ گئی۔اِس مہینے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ سبق ملا کہ تیروں وتلوار کے مقابلے میں کس طرح فتح حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں کلمہ حق کے سامنے آنے والی عظیم قوتوں کو شکست و ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں امام عالی مقامؑ نے ہمیں تاریخ کے ہر ظالم سے پنجہ آزمائی کا طریقہ سکھایا۔

4۔امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا:

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

من زار الحسين بن علي عليهما السلام في يوم العاشر من المحرَّم يظلُّ عنده باكياً لقي الله عز وجل يوم يلقاه بثواب ألفي حجة وألفي عمرة وألفي غزوة كثواب من حجَّ واعتمر وغزا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، ومع الأئمة الراشدين عليهم السلام ...وإن استطعت أن تزوره في كل يوم بهذه الزيارة في دارك فافعل فلك ثواب جميع ذلك

جو شخص عاشورہ کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائے اور وہاں جا کر گریہ کرے تو جس روز وہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اُسے دو ہزار دفعہ حج، دو ہزار دفعہ عمرہ اور دو ہزار دفعہ جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔اور وہ ایسے ہے کہ گویا اُس نے رسول خدا ﷺ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ حج، عمرہ اور جہاد کیا ہو۔۔

اِس کے بعد امامؑ نے زیارتِ عاشورا ذکر کی اور فرمایا کہ اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو روزانہ اِس زیارت کو پڑھا کرو تو تمہیں مذکورہ تمام اَجر وثواب ملے گا۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت بہت زیادہ اجر وثواب کی حامل ہے اور طول تاریخ میں اِسلام کی حفاظت میں اِس کا بہت بڑا حصہ شامل ہے۔

اِسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام خمینیؒ فرماتے ہیں :

احيوا ذكر واقعة كربلاء واحيوا ذكر الاسم المبارك لسيد الشهداء، فبإحيائهما يحيا الإسلام

واقعہ کربلا اور سید الشہداء کے نام کی یاد تازہ کرو کہ اِس سے اِسلام کو حیات ملتی ہے۔

5۔مرثیہ و نوحہ خوانی:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

من أنشد فی الحسین علیه السلام بیتاً من الشعر فبکی وأبکی عشرة فله ولهم الجنة

جو شخص مولا حسینؑ کے بارے میں ایک شعر کہہ کر گریہ کرے اور دس افراد پہ رقت طاری کر دے تو اُس کا اور اُن رونے والوں کا ثواب جنت ہے۔

یہ بات ہمارے یہاں عام طور پر رائج ہے کہ مجالس عاشوراء میں مولا حسین علیہ السلام کی شان میں اشعار کہے جاتے ہیں۔ جو منقبت و مرثیہ دونوں صورتوں میں پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام خمینی علیہ الرحمۃ نے بھی اِس کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لتقام مجالس ذکری سید المظلومین والأحرار علیه السلام بجلال أکثر وحضور أکثر فهی مجالس غلبة قوی العقل علی الجهل والعدل علی الظلم والأمانة علی الخیانة، وحکومة الإسلام علی حکومة الطاغوت

سید المظلومین و سید الاحرار علیہ السلام کی یاد میں مجالس پہلے سے زیادہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنی چاہئیں اور اُن میں زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنانا چاہیے۔ یہ مجالس حقیقت میں عقلی قوت کے جہالت پر، عدل کے ظلم پر، امانت کے خیانت پر اور حکومتِ اِسلامیہ کے حکومتِ طاغوت پر غلبہ و فتح کے مظاہر میں سے ہیں۔

ماتمی جلوسوں میں نوحہ پڑھنے اور سننے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

یجب أن یکون للطم الصدور محتوی أیضاً

سینہ زنی کے ساتھ نوحہ خوانی بھی ہونی چاہیے۔

یہاں مرجع عالی قدر الشیخ محمد یعقوبی (حفظہ اللہ) کی طرف سے عاشورا سے متعلق کچھ آداب آپ خطباء و واعظین کی خدمت میں پیش کیے گئے جاتے ہیں۔ مرجع یعقوبی (حفظہ اللہ) کی تعبیر کے

مطابق عاشورا نے اسلام میں پھر سے وہ روح پیدا کر دی کہ جسے منافقین سقیفہ اور بنی اُمیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 11ھ میں وفات کے بعد نکال دیا تھا۔

1۔مجالسِ عاشورا میں شرکت کرنا۔

یہ عمل اہلِ حق کی تعداد میں اضافے اور جناب سیدہؑ کی نصرت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے جناب فضیلؓ سے پوچھا:

اے فضیلؓ! کیا تم لوگ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے ہماری احادیث بیان کرتے ہو؟ تو جنابِ فضیلؓ نے عرض کی: جی مولا۔ (میں آپؑ پر قربان جاؤں!)

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا:

إنّ تلك المجالس أُحِبُّها فأحيوا أمرنا يا فضيل فرحم الله من أحيا أمرنا

بے شک ایسی مجالس مجھے بہت پسند ہیں۔ اے فضیلؓ! ہمارے اَمر کو زندہ کرو۔ خدا اُس شخص پر رحمت نازل کرے جو ہمارے اَمر کو زندہ کرے۔

2۔مردوں، عورتوں اور بچوں کا سیاہ کپڑے پہننا اور سیاہ پرچم اُٹھانا۔

یہ مولا حسین علیہ السلام کے غم اور آپؑ کے ساتھ محبت کے اظہار کا بہت بہترین طریقہ ہے۔ یہ گویا خود کو اُس حسینی اور عاشورائی خط کے ساتھ مربوط کرنے سے عبارت ہے۔ جو اِن بابرکت شعائر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) مستحب روزہ رکھنا۔

یکم، تین اور نو محرم کو روزہ رکھنا اور عاشورہ کے عصر تک کھانے پینے سے اجتناب کرنا۔

(۲) امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہادت کی تمنا کرنا۔

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ابن شبیبؓ سے فرمایا:

يا ابن شبيب إن سَرَّكَ أن يكون لك من الثواب مثل ما لمن استشهد مع الحسين عليه السلام فقل متى ذكرته: يا ليتني كنت معكم فأفوز فوزاً عظيماً

اگر تم چاہو کہ تمہیں بھی وہی اُجر وثواب ملے جو مولا حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والے افراد کو ملا ہے۔تو جب بھی تمہیں مولاؑ کی یاد آئے یہ کہا کرو:

اے کاش! میں بھی آپؑ کے ساتھ ہوتا اور فوزِ عظیم حاصل کرتا۔

(۳) پانی پیتے ہوئے مولا حسینؑ کی پیاس کو یاد کرنا۔

جناب داؤد رقیؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔آپؒ فرماتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔آپؑ نے پانی طلب کیا۔

جب آپؑ نے پانی نوش فرمالیا تو میں نے دیکھا کہ آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں،آپؑ گہری فکر میں ہیں اور اَشک جاری ہیں۔پھر امامؑ نے فرمایا:

یا داوود،لعن الله قاتل الحسين عليه السلام فما أنغص ذكر الحسين عليه السلام للعيش! إني ما شربت ماءً بارداً إلّا وذكرت الحسين عليه السلام وما من عبد شرب الماء فذكر الحسين عليه السلام ولعن قاتله إلّا كتب الله له مائة ألف حسنة، ومحا عنه مائة ألف سيئة، ورفع له مائة ألف درجة، وكان كأنما أعتق مائة ألف نسمة،وحشره الله يوم القيامة أبلج [مشرق] الوجه

خدا مولا حسینؑ کے قاتل پر لعنت کرے! امام حسینؑ کی یاد زندگی کو کس قدر تلخ بنا دیتی ہے! میں جب بھی ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو مولا حسینؑ کو ضرور یاد کرتا ہوں۔جو بھی شخص پانی پینے کے بعد مولا حسینؑ کو یاد کرے اور آپؑ کے قاتل پر لعنت کرے۔

تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک لاکھ نیکیاں عطا کرتا ہے،ایک لاکھ گناہ معاف کرتا ہے اور ایک لاکھ درجات بلند کرتا ہے۔وہ ایسے ہے کہ گویا اُس نے ایک لاکھ غلام آزاد کیے ہوں۔اور قیامت کے دن خدا اُسے نہایت ہی روشن و نورانی چہرے کے ساتھ محشور کرے گا۔

(۴) مولا حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کرنا۔

حدیث میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ابن شبیبؓ سے فرمایا:

یا ابن شبیب إن سرّك أن تسکن الغرف المبنیة فی الجنّة مع النبی وآله علیهم السلام فالعن قتلة الحسین علیه السلام

اے فرزندِ شبیبؓ! اگر تم چاہو کہ جنت کے محلات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آلِ پاک کے ساتھ رہو تو مولا حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کیا کرو۔

(۵) شب عاشور بیدار رہنا۔

یہ عمل دراَصل مولا حسینؑ اور آپؑ کے اصحابؓ کی اقتداء ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ رات تہجد و تلاوت میں مصروف رہ کر بسر کی تھی۔ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

من أحیا لیلة عاشوراء فکأنما عبد الله عبادة جمیع الملائکة وأجر العامل فیها یعدل سبعین سنة

جو شخص شب عاشور بیدار رہے، تو گویا اُس نے تمام فرشتوں کے برابر عبادت کی۔ اور اِس رات میں عمل انجام دینے والے کا اَجر ستر سال انجام دیے جانے والے عمل کے برابر ہے۔

(٦) عاشوراء کے روز دنیاوی کاموں اور کسب معاش ترک کرنا

سرکارِ امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

من ترك السعی فی حوائجه یوم عاشوراء قضی الله له حوائج الدنیا والآخرة

جو شخص عاشوراء کے دن اپنے کاموں کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دنیا و آخرت کے کام سنوار دے گا۔

(۷) امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا انتظار اور اِس راہ میں قربانی پیش کرنا

مولا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

انتظروا الفرج ولا تیأسوا من روح الله فإنّ أحبّ الأعمال إلی الله عزّ

وجلَّ انتظار الفرج. والمنتظر لأمرنا کالمتشخط بدمه فی سبیل الله

خدا کی طرف سے آسودگی وکشائش کا انتظار کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل آسودگی وکشائش کا انتظار کرنا ہے۔ ہمارے اَمر کا انتظار کرنے والا ایسے ہے کہ گویا وہ راہِ خدا میں اپنے خون میں لت پت ہو۔

(۸) عاشوراء کے جلوسوں اور اجتماعی پروگراموں میں شرکت کرنا۔

عاشوراء کے دن حسینیؑ جلوسوں اور اجتماعات میں شریک ہوکر ہی صحیح طور پر ظلم و باطل کو ٹھکرایا جا سکتا ہے اور سید الشہداءؑ کی اقتداء میں عصر حاضر کے ظالموں سے اعلان برأت کر کے منتقم آل محمدؑ کی نصرت کے لیے تیاری کی جاسکتی ہے۔

واضح ہونا چاہیے کہ اَمر اہل بیتؑ کا اِحیاء صرف اُن کی مناسبتوں پر اُن کے ذکر اور خوشی وغم کی کچھ مجالس کا اہتمام کرنے میں ہی منحصر نہیں، بلکہ اِس کے لیے کچھ مزید اقدامات اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ جوکہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ اہل بیتؑ کی معرفت، اُن کی سیرت، اخلاق، علوم اور معارف کو جاننا، اُن کی امامت و ولایت کا عقیدہ رکھنا، انہیں آل بیتِ نبی، معصوم ومطہر اور خدا کی طرف سے مفروض الطاعۃ ماننا۔

۲۔ اہل بیتؑ کے علوم وافکار لوگوں تک پہنچانا، عقیدہ، اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اہل بیتؑ کی قدر ومنزلت کو بیان کرنا اور دین مبینِ اسلام کی حفاظت کے سلسلہ میں اُن کی خدمات اور قربانیوں کی یاد دلانا۔

جیسا کہ عبد السلام بن صالح ہروی سے مروی ہے، وہ بیان کرے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنا، آپؑ نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللهُ عبداً أحیا أمرَنا «. فقلت له: کیف یُحیی أمرَکم؟ قال: » یتعلّمُ علومَنا ویُعلّمُها الناس؛ فإنّ الناس لو عَلِموا محاسنَ کلامِنا لاتّبعونا

خدا اُس بندے پر رحمت نازل کرے جو ہمارے اَمر کو زندہ کرتا ہے۔

میں نے عرض کی: بندہ کیسے آپؑ کے اَمر کو زندہ کرسکتا ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا: وہ ایسے کہ ہمارے علوم سیکھ کر دوسرے لوگوں کو سکھائے۔ بے شک اگر لوگ ہمارے کلام کے محاسن اور خوبیوں کو جان لیتے تو ضرور ہماری اتباع کرتے۔

لہٰذا اگر ہم عاشوراء میں اَمر اہل بیتؑ کا احیاء کرنا چاہتے ہیں تو اِس کے لیے درج ذیل اُمور قابل توجہ ہیں:

اولا: امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اہل بیتؑ و اصحابؓ کی یاد میں مجالسِ عزا کا انعقاد کرنا۔ کیونکہ اِن مجالس کے ذریعہ علم و معرفت اور شعور و آگاہی عام کی جاسکتی ہے۔ اور انہی مجالس کی بدولت ہم اِس کے اصل مفاہیم اور حقیقی اقدار سیکھ سکتے ہیں۔

ثانیاً: مجالس میں شخصی طور پر شریک ہونا اور لائیو سننے پر اِکتفاء نہ کرنا۔ اگر ہم مجالس سے زیادہ سے زیادہ کسبِ فیض کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنے اہلِ خانہ، بچوں اور دوستوں کو بھی ساتھ لے کر جائیں۔

ثالثاً: گھروں، سڑکوں، کاروباری مراکز، اداروں اور اجتماعی مقامات پر عزاداری و پرسہ کا اہتمام کرنا۔ مرد و خواتین اور چھوٹے، بڑے ہر ایک کا اظہارِ حزن و ملال کرنا اور اہل بیتؑ کی پیروی کرتے ہوئے پورے محرم میں ہر ایسے کام سے اجتناب کرنا کہ جو غمِ امامؑ کے منافی ہو۔

مجالس میں شرکت کے دوران درج ذیل اُمور کی رعایت بہت ضروری ہے:

۱۔ مقررہ وقت پر مجلس میں جانا تاکہ ابتداء سے مجلس سننے کا موقع ملے۔ مجلس میں جانے کا اصل مقصد تو اہل بیتؑ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اور پورا اجر حاصل کرنے کے لیے مجلس میں اول سے آخر تک پوری طرح شریک رہنا ضروری ہے۔

۲۔ مجلس میں وہی بیٹھا جائے کہ جو جگہ بیٹھنے کے لیے مقرر ہو۔ اور امام بارگاہ وغیرہ کے باہر گلیوں اور راستوں پہ نہ ٹھہرا جائے۔ مجلس میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت دھکم پیل سے اجتناب کیا جائے۔ بالخصوص جب رش زیادہ ہو تو نہایت صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ سب کے لیے ضروری ہے کہ مجلس کے

آغاز کی تلاوتِ قرآن سے لے کر مجلس ختم ہونے تک اپنی جگہ پر رہیں اور ترتیب کا لحاظ رکھیں۔ تاکہ مجلس سے مطلوبہ مقصد حاصل ہوسکے۔

۳۔ دورانِ مجلس خاموشی اختیار کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ بات کرنے سے اجتناب کرنا۔ اور تلاوت یا مجلس کے دوران سکون واطمینان سے بیٹھنا۔

۴۔ مجالس میں گریہ کرنا یا گریہ کے آثار ظاہر کرنا، غمگین رہنا اور مجلس کے دوران مزاح، ہنسی اور کھیل ولغو باتوں سے اجتناب کرنا۔

۵۔ صفائی ستھرائی اور ترتیب کا لحاظ رکھنا اور مجلس کے اندر یا مجلس کے اطراف یا راستے پر گندگی پھیلانے سے گریز کرنا۔ لہذا سب کو چاہیے کہ کچرا وغیرہ ڈسٹ بنز میں ڈالیں اور ادھر ادھر نہ پھینکیں۔

۶۔ مردوں اور عورتوں کا آپس میں اختلاط سے گریز کرنا اور مستورات کا شرعی پردے کا لحاظ رکھنا۔

۷۔ عاشوراء کے دوران گاڑیوں میں ٹیپ وغیرہ کی آواز غیر ضروری طور پر بلند کر کے لوگوں کو تنگ نہ کیا جائے۔ اور غیر منظم طریقے سے راستوں میں رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں۔ اور اِس مناسبت کی حرمت کا پوری طرح لحاظ رکھا جائے۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(02)

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کا فلسفہ

مقدمہ

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا عزاداری کا اہم ترین جزو ہے۔روایات میں اِس کی اتنی زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے اہم دینی شعائر میں سے ہے۔

ابن طاؤس ؒفرماتے ہیں:

آل رسولؐ سے روایت نقل ہے کہ اُنہوں نے ارشاد فرمایا:

روی عن آل الرسول علیہم السلام أنہم قالوا: من بکی وأبکی فینا مائۃ فلہ الجنۃ، ومن بکی وأبکی خمسین فلہ الجنۃ، ومن بکی وأبکی ثلاثین فلہ الجنۃ، ومن بکی وأبکی عشرین فلہ الجنۃ، ومن بکی وأبکی عشرۃ فلہ الجنۃ، ومن بکی وأبکی واحدا فلہ الجنۃ، ومن تباکی فلہ الجنۃ. }بحار الأنوار - العلامۃ المجلسی - ج 44 - الصفحۃ 288{.

جوشخص ہمارے غم میں روئے اور سو افراد کو رلائے تو اُس کی جزا جنت ہے۔جوشخص روئے اور پچاس افراد کو رلائے اُس کی جزا بھی جنت ہے۔جوشخص روئے اور تیس افراد کو رُلائے اُس کی جزا بھی جنت ہے۔جوشخص روئے اور بیس افراد کو رُلائے تو اُس کی جزا بھی جنت ہے۔جوشخص روئے اور دس افراد کو رُلائے اُس کی جزا بھی جنت ہے۔جوشخص روئے اور ایک فرد کو رُلائے اُس کی جزا بھی جنت ہے۔جوشخص رونے کی سی شکل بنالے اُس کی جزا بھی جنت ہے۔

آج ہم اِس تاکید کی حکمت اور فلسفہ کے بارے میں بحث کریں گے۔اِس دوران ہم مختلف

آراءاور فلسفۂ بکا کے بارے میں پیش کردہ تجزیوں اور تبصروں کا مطالعہ کریں گے۔ اور اُس کے بعد فلسفہ گریہ کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کریں گے ۔ جو روایاتِ بکا کی روح کے ساتھ پوری طرح مربوط اور مناسبت رکھتا ہوگا۔ البتہ یہ واضح ہے کہ پوری بحث کا دارومدار گریہ کی ترغیب اور اُس کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش پر منحصر ہوگا۔

تاکیدِ گریہ اور علماء کے اقوال

امام مظلوم سرکارِ سید الشہداء مولا حسین علیہ السلام کی مجالس عزا برپا کرنے اور آپؑ کے مصائب پر گریہ کرنے کا جو ثواب روایات میں وارد ہوا ہے۔ وہ کسی دوسرے امامؑ حتی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ایام حزن منانے کے متعلق بھی وارد نہیں ہوا۔ گویا اِس سلسلے میں کوئی خاص بات ہے جس کی وجہ سے آئمہ معصومینؑ نے سید الشہداءؑ کے غم کی اتنی زیادہ تاکید فرمائی۔

روایات میں امام مظلومؑ کے غم کا اتنا زیادہ ثواب ذکر ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو اُن روایات کے غالیوں کی طرف گھڑے جانے اور حد سے زیادہ مبالغہ آرائی پر مبنی ہونے کا شبہ ہوا ہے۔ ۔ اُن کا کہنا ہے کہ عمل اور جزا کے درمیان مناسبت ہونا ضروری ہے۔ لہذا اِس چھوٹے سے عمل کی اتنی بڑی جزا کیسے ہوسکتی ہے؟!

اس کے مقابلے میں ایک دوسری رائے بھی ہے اور وہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہوئے اگر مچھر کے پر کے برابر بھی آنسو نکلے تو وہ اُس شخص کی نجات کے لیے کافی ہوتا ہے۔ خواہ وہ گناہوں اور معصیت میں سرتاسر ڈوبا ہو۔ اِس رائے کے مطابق مولا حسین علیہ السلام کے غم میں آنسو کا ایک قطرہ ہر گناہ کو دھونے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ آراء کوئی واضح نظریہ اور روایات کی جامع تحلیل پر مبنی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن آراء کے حاملین نے روایات کا مطالعہ کرتے ہوئے فلسفۂ عزا کو ٹھیک طریقے سے نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی اُن روایات کو دقیق علمی انداز میں مطالعہ کیا۔ اِس لیے ہم فلسفہ گریہ کے متعلق کچھ نظریات ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

1۔ثواب اوراہل بیتؑ کی شفاعت کا حصول

اِس رائے کے مطابق مسلمان مجالسِ عزا برپا کرتے ہیں۔تاکہ وہ اَجر وثواب اور شفاعتِ اہل بیتؑ کے مستحق قرار پائیں۔اِس نظریے کا ضعف بالکل واضح ہے۔کیونکہ کسی بھی عمل پر ثواب کی بات بعد میں آتی ہے۔ پہلے اُس کی حکمت کو سمجھا جاتا ہے۔ جب تک کسی عمل میں کوئی معقول حکمت اور مصلحت نہ ہو تو اُس سے کوئی ثواب نہیں ملتا۔اِس بحث میں ہمیں مجالس عزا برپا کرنے کا فلسفہ یعنی اِس عمل کی مصلحت اور حکمت نظر نہیں آتی۔کیونکہ اِس میں تو شک نہیں کہ ثواب کے بارے میں بحث حکم کے معلولات میں سے ہے۔اور یہاں اِس کی کوئی گنجائش نہیں۔

میں اِس پر مزید یہ کہوں گا: کیا یہ ممکن ہے کہ طول تاریخ میں صرف حصولِ ثواب کی امید پر لاکھوں لوگوں کے جذبات کو ابھار کر اُنہیں رونے وگریہ کرنے پر مجبور کیا جائے؟! کوئی چیز خواہ کتنی بھی اہم ہو، کیا اتنا وقت گزر جانے کے بعد اُس کے لیے جذبات ابھارے جاسکتے ہیں؟ جب تک کہ اُس چیز کے ساتھ عشق اور دلی محبت وعقیدت سے سرشار نہ ہو۔

2۔امام حسین علیہ السلام کا شکریہ ادا کرنا۔

یہ رائے اختیار کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اِس لیے اپنی جان کی قربانی دی۔تاکہ اُمت کے گناہ معاف ہوجائیں۔لہذا امام حسین علیہ السلام اِس امت کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ یہ نظریہ مسیحیوں کے باطل عقیدے کی مثل ہے۔وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس لیے سولی پر چڑھے تاکہ مسیحیوں کو گناہوں سے پاک کردیں۔

اِس نظریہ کے قائلین یا باب نجاۃ الامۃ جیسی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔تاکہ یہ نتیجہ اخذ کرسکیں کہ مولا حسینؑ اپنی شہادت کے ذریعہ اِس اُمت کے فاسقوں کی مغفرت کا سبب بنے ہیں۔ لہذا اُن کی نجات کا سبب بھی آپؑ ہی ہیں۔اِس کے مقابل اُمت مجالس عزا منعقد کرکے مولا حسینؑ کا شکریہ ادا کرتی ہے اور اپنے اِس عمل کی وجہ سے نجات کی مستحق قرار پاتی ہے۔

بہ الفاظِ دیگر نعوذ باللہ امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوںؑ نے اپنی جانیں اِس لیے قربان

کیں۔تاکہ باقی لوگ آزاد ہوجائیں اور جو گناہ و نافرمانی چاہیں کریں۔گویا کہ اُن سے حکم ہی ساقط ہوگیا ہے۔

اِس نظریے کے تحت بعض افراد یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو بھی امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرے۔ نجات اُس کا مقدر ہے۔چاہے وہ کس قدر گناہوں میں غرق ہو۔یہ غلط نظریہ بڑے شدومد سے پھیلایا گیا۔حتی کہ وہ ظالم و جابر بادشاہ کہ جن کی حکومتوں کی بنیاد ہی ظلم و جور ہے اور جن کے ہاتھ بے گناہ افراد کے خون سے رنگین ہیں۔اُنہوں نے بھی اِس نظریہ کو اپناتے ہوئے مجالس عزا برپا کیں اور ماتمی حلقوں میں جاکر سینہ زنی کی۔تاکہ اپنی نجات کا سبب تلاش کرلیں۔

یہ طے ہے کہ شفاعت برحق ہے اور کوئی بھی اُس کا انکار نہیں کرسکتا۔لیکن اُس کی کچھ شرطیں اور حدود و قیود ہیں۔اِس کے علاوہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کا یہ فلسفہ دین کے مبادیات اور اُس کے مسلمہ اصولوں سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔

3۔گریہ کا حسنِ ذاتی

بعض افراد نے گریہ انسانی بدن و نفسیات پر مثبت اثرات اور روحِ انسانی کو پاک کرنے میں مؤثر ہونے کی وجہ سے اِسے ذاتی طور پر اچھا اور قابل توجہ اَمر جانا ہے۔اِسی لیے آئمہ طاہرین علیہ السلام نے بھی اِس کی تاکید فرمائی ہے۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ روکر اپنے جذبات کا اظہار کرنا انسانی مزاج اور اُس کے توازنِ عاطفی کی خوبصورتی ہے ۔عام طور پر مرد بہت کم روتے ہیں اور اِس وجہ سے اپنے اندر کی الجھنوں اور پریشانیوں کو ختم نہیں کرسکتے۔اِس لیے وہ ذہنی سکون اور بدنی توازن سے محروم رہتے ہیں۔

اِسی لیے علمِ نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں کم پریشان رہتی ہیں ۔کیونکہ وہ روکر ذہنی اضطراب سے چھٹکارا حاصل کرلیتی ہیں۔اور یہ اُن کے سلامت رہنے کے رازوں میں سے ایک ہے۔جیسا کہ اُن کا ماننا ہے کہ رونا انسان کو ذہنی پریشانیوں اور دل کی بے چینیوں سے سکون دلاتا ہے۔یہ بہت سی تکالیف اور باطنی اَمراض کا علاج ہے۔آنکھ سے نکلنے والا آنسو

سکون واطمینان کا وہ دروازہ ہوتا ہے جو انسان کو مشکل حالات میں روحانی توازن فراہم کرتا ہے۔

اِس نظریہ کے قائلین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ گریہ و بکا کا حسنِ ذاتی ہی تھا۔ جس کے سبب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کے فراق میں سالوں گریہ کناں رہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پر شدت سے روئے۔ اِسی طرح آپؐ کے اور مدینہ کی خواتین کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے کی وجہ بھی یہی تھی۔ جناب سیدہؑ نے جو آپؐ کو یاد کر کے شب و روز گریہ کیا اُس کا سبب بھی یہی تھا۔ بعینہٖ سید الساجدینؑ کا سالوں اپنے باباؑ کے غم میں شدت کے ساتھ گریہ وزاری کرنا بھی اِسی وجہ سے تھا۔

اِس سے انکار نہیں کہ گریہ انسان کی روح کو پاک کرنے اور اُسے کمال تک پہنچانے میں نہایت مؤثر ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ درست نہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے امام حسین علیہ السلام پر رونے کی اِس لیے تاکید فرمائی اور اِس میں اتنا ثواب اِس لیے ہے کہ یہ ذاتی طور پر حسن و جاذبیت کا حامل ہے۔ حالانکہ جو بھی اِس موضوع کی روایات کا بغور جائزہ لے وہ آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ یہاں گریہ کا ہدف کچھ اور تھا۔ جس کی وجہ سے آئمہ اہل بیتؑ نے اِس کی ترغیب دلائی۔

ہم ایک بار پھر اپنی بات کو دہراتے ہیں کہ گریہ مثبت اثرات کا حامل ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ہماری بحث یہ ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ نے جو اِس قدر زیادہ تاکید کی۔ تو اِس کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے؟

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کا فلسفہ

یہاں تک ہم نے امام حسین علیہ السلام پہ گریہ کے فلسفہ کے بارے میں کچھ نظریات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ جو ہماری نظر میں روایات میں مذکور حکمتوں کے ساتھ پوری طرح مطابقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہم کچھ مزید تحلیات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ جو ہماری نظر میں فلسفہ عزا کی بابت صحیح اور منطقی ہیں۔ اِن تحلیلات و تجزیات کے چار محور ہیں۔

جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

1۔ جہادِ حسینیؑ کی تعریف اور شعائرِ الٰہیہ کی تعظیم

کسی بھی انسان کی عزاداری ایک طرح سے اُس کی تعظیم و تکریم اور اُس کے مقام و شخصیت کا لحاظ رکھنا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

میّتٌ لا بواكي عليه لا إعزاز له

جس میت پر رونے والا کوئی نہ ہو اُس کے لیے کوئی اعزاز نہیں۔

اور بالخصوص اولیاء اللہ کے ایام عزا کو منانا تو اہم ترین شعائر الٰہیہ کے مصادیق میں سے ہے ، اور اُن کے عقیدہ کو سراہنا اور اُن کے منہج و جہاد کی تکریم کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد سے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ بنی اشہل اور بنی ظفر اپنے اپنے شہداء پہ گریہ کر رہے ہیں۔ اور آپؐ کے چچا جناب حمزہؓ پر گریہ کرنے والا کوئی نہیں۔ تو آپؐ نے حسرت کے انداز میں کہا: مگر افسوس کہ آج حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں۔

جب مدینہ کی عورتوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہارِ تاسف سنا تو وہ جناب حمزہؓ کے گھر جمع ہوئیں، اُن پر گریہ و سوگ منانے لگیں۔

اِسی طرح جب جنگ موتہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب جعفر طیار علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ تو آپؐ پہلے جناب جعفرؑ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر جناب سیدہؑ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپؑ (حضرت جعفرؑ کی شہادت پر) گریہ کر رہی ہیں۔ اِس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

على مِثل جعفر فلتبكِ البواكي

حضرت جعفر طیارؑ جیسے مظلومانہ شہید ہونے والے (اسلام کے مجاہد پر) رونے والیوں کو رونا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے جن افراد نے انحراف اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ قرآن اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾[الدخان:29].

پھراُن پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔اور نہ ہی اُنہیں کچھ مہلت دی گئی۔

اِس فرمانِ الٰہی سے سمجھ میں آتا ہے کہ دوسروں کے گریہ کا مستحق نہ ہونا ایک طرح کی توہین وتحقیر ہے۔اِسی کی روشنی میں ہم امام کائنات مولا امیرالمومنینؑ کے اِس فرمان کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں:

خالطوا الناس مخالطةً إن متّم معها بكوا عليكم وإن عشتم حنّوا إليكم

لوگوں کے ساتھ اِس طرح گھل مل کر رہو۔اگر تم مرجاؤ تو تم پر روئیں اور اگر تم زندہ رہو تو تم سے ملاقات کے مشتاق رہیں۔

امام حسین علیہ السلام جو اہل بیتِ عصمت وطہارت کے فردِ فرید ہیں۔اُن کی عزاداری شعائر اللہ کی تعظیم کے واضح مصادیق میں سے ہے۔نیز یہ ہمیشہ کے لیے امامؑ کے بلند مقام کو ظاہر کرتی ہے۔اور جو بھی خدا کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوی کا اظہار ہے۔

ایسا کیونکر نہ ہو؟ صفا ومروہ بھی تو شعائر اللہ میں سے ہیں۔جب کہ اُن کی حیثیت صرف ایک مکان کی مانند ہے کہ جو خدا کی اطاعت سے معمور ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنا سارا کچھ خدا کی راہ میں پیش کر دیا۔اور اپنے تمام اہل بیتؑ کو لے کر شہادت کے راستے پر نکل پڑے۔تاکہ اُنہیں خدا کے حضور قربان کر سکیں۔مولا حسینؑ عظیم ترین شعائر اللہ میں سے ہیں۔لہٰذا آپؑ کی عزاداری شعائر اللہ کی تعظیم قرار پاتی ہے۔

2۔مکتبِ اہل بیتؑ کی حفاظت

دوست و دشمن بخوبی جانتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی مجالسِ عزا لوگوں کا شعور بیدار کرنے اور امامؑ کے چاہنے والوں کے لیے آپؑ کا منہج واضح طور پر پیش کرنے کے لیے سب سے بڑی قوت ہیں۔جیسا کہ یہ اِسلام کی بقاء اور دوام کی بھی ضامن ہیں۔

جب ہم ان روایات کے صادر ہونے کے ادوار کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔تو ہم پر ان مجالس کی اہمیت اور آئمہ معصومینؑ کا ان کے بارے میں تاکید کرنے کا مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے۔اُن

اعصار وادوار میں شیعان اہل بیتؑ کو بالکل الگ تھلک رہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

اور اُموی وعباسی حکومتوں کی کڑی نگرانی میں زندگی گزارنا پڑی۔ جس کے باعث وہ معمولی سی بھی سیاسی اور اجماعی سرگرمی انجام دینے سے قاصر تھے۔

اِسی وجہ سے اُن کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ لیکن مجالس حسینیہؑ نے اُنہیں اِس ضعف وانحطاط سے امان دلائی، اُن کے اندر تعلق ونظم پیدا کیا اور اُنہیں اسلامی معاشرے میں عظیم قوت عطا کی۔

اِسی لیے بعض روایات میں مجالس عزا برپا کرنے کو احیاءِ امر اہل بیتؑ سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا کہ مخبر صادق امام ششمؑ نے ارشاد فرمایا:

إنّ تلك المجالس أُحبها فأحيوا أمرنا

بے شک میں اُن مجالس کو پسند کرتا ہوں۔ لہذا تم (ایسی مجالس کا انعقاد کر کے) ہمارے امر کو زندہ کیا کرو۔

آیۃ اللہ السید امام خمینی نہایت جامع الفاظ میں ان مجالس کے بارے میں اپنا نکتہ نظر یوں بیان فرماتے ہیں:

وينبغي أن نُدرك جميعاً أنّ ما يوجب الوحدة بين المسلمين هو مراسم العزاء على الأئمّة الأطهار عليهم السلام، التي حفظت هوية المسلمين ولا سيما الشيعة الإمامية

ہم سب کو مل اُس چیز کا ادراک وجستجو کرنی چاہیے کہ جو مسلمانوں کے درمیان وحدت کا ذریعہ ہے۔

اور وہ آئمہ اطہار علیہم السلام کی عزاداری ہے۔ کہ جس نے مسلمانوں اور بالخصوص شیعہ امامیہ کے وجود کی حفاظت کی ہے۔

غیر مسلموں کا اعتراف

فرانسیسی رائٹر جوزیف اپنی کتاب الاسلام والمسلمون میں سابقہ اسلامی ادوار میں شیعہ کے قلیل تعداد میں ہونے پر بحث کی اور بتایا کہ اُنہوں نے کیوں حکام جور کو تسلیم نہیں کیا اور اُن کے ظلم کے آگے زیر نہ ہوئے۔ اور اِس وجہ سے اُنہیں جان سے مارا گیا اور اُن کے اَموال و اسباب لوٹے گئے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

(إنّ أحد أئمة الشيعة أوصاهم بالتقية لحفظهم من الأعداء، فأدّى ذلك إلى اقتدار الشيعة بشكل تدريجي، ولم يجد العدو ما يتذرّع به لقتلهم وسلب أموالهم، وأخذ الشيعة يعقدون المجالس في الخفاء ويبكون على الحسين عليه السلام. وأكبر عنصر يقف وراء تقدمهم هو إقامة مجالس العزاء على الحسين عليه السلام، وهذه العاطفة والتوجّه القلبي استحكمت في قلوب الشيعة وزادت بشكل تدريجي، فكان كُلّ شيعي في الواقع يدعو الآخرين إلى مذهبه دون التفات سائر المسلمين، بل لعل الشيعة أنفسهم لم يلتفتوا إلى فائدة هذا العمل، وكانوا يظنون أنهم إنّما يحصلون على الثواب الأُخروي)

شیعوں کو اُن کے کسی امامؑ نے تقیہ کا حکم دیا تاکہ وہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ اِس عمل سے شیعوں کے اقتدار کی راہ تدریجی طور پر ہموار ہونے لگی اور دشمن کو کوئی ایسا موقع نہ ملا کہ جس کو بہانہ بنا کر وہ اُنہیں قتل کرے اور اُن کے اَموال لوٹ سکے۔ شیعوں نے در پردہ مجالس شروع کیں جن میں وہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے تھے۔

اُن کے آگے کا بنیادی عنصر امام حسینؑ کی مجالسِ عزا کا انعقاد تھا۔ یوں یہ جذبہ اور عقیدت شیعوں کے دلوں میں راسخ ہوئی اور آئے روز اِس میں اضافہ ہوتا گیا۔ درحقیقت ہر شیعہ باقی تمام مسلمانوں کی نظروں سے بچ کر دوسروں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتا تھا ۔ بلکہ میرے خیال میں تو خود

بھی اِس عمل کے فائدے کی طرف متوجہ نہ تھے۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ وہ آخرت کا اکٹھا کر رہے ہیں۔

ہسٹورین المانی ماربین اپنی کتاب السیاسۃ الاسلامیۃ میں لکھتا ہے:

ویقول المؤرخ الألمانی ماربین فی کتابه السیاسة الإسلامیّة: ((إنّی أعتقد أنّ سرّ تطوّر الإسلام وتکامل المسلمین یکمن فی شهادة الإمام الحسین علیه السلام وتلك الحوادث الألیمة)).

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام کے ارتقاء اور مسلمانوں کے تکامل کا راز امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور آپؑ سے متعلق دردناک واقعات میں پوشیدہ ومضمر ہے۔

3۔اُمتِ مسلمہ کی بیداری واتحاد

آئمہ اطہار علیہم السلام نے مراسمِ عزا کی تاکید فرمائی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو لوگوں کے اتحاد وجمع بندی کا محور قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج امام عالی مقامؑ کے ایامِ شہادت میں مختلف طبقات، نسلوں اور ادیان ومذاہب کے ماننے والے افراد لاکھوں کی تعداد میں اِکٹھے ہوتے ہیں۔ تاکہ مراسمِ عزا میں شریک ہوں اور پرچم حسینیؑ کے ساتھ لپٹ سکیں۔ ہر قوم کو باقی رہنے اور کامیاب ہونے کے لیے وحدت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ سب سے اہم اہل بیتؑ کے ماننے اور شیعوں کا اتحاد ہے۔ جس کا بہترین مظہر یہ مراسم حسینیہؑ ہیں۔ یہ مراسم لاکھوں کی تعداد میں افراد کو کم سے کم مدت میں ایک محور کے گرد جمع کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ اگر اُمت یوں اکٹھی ہو اور اپنی متفرق قوتوں کو جمع کر کے زمانے کی رفتار کے ساتھ چلے تو وہ اپنی ترقی اور سربلندی کی راہ میں حائل ہر قسم کی رکاوٹ کو بہت آسانی کے ساتھ عبور کر سکتی ہے

حقیقت یہی ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اِن مراسم کے اہتمام کی اِسی لیے تاکید کی۔ تاکہ اُمتِ مسلمہ کی قوت تقسیم نہ ہو، بلکہ اُن کی متفرق قوتوں کو جوڑ کر ایک عظیم قوت کی صورت دے دی جائے۔ جیسا کہ محرم وصفر کے ایام اور بالخصوص عاشورہ کے دن ہر طبقے اور ہر نسل وقوم کے افراد کا جمع ہونا وقت کے ظالم حکمرانوں کے تخت ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اور اِس سے آئمہ معصومینؑ کی تاکید کی

حکمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اگر ہم اِن مجالس میں چھپی ہوئی قوتوں کے اثرات نہ دیکھیں۔تو گویا ہم ابھی سمجھے ہی نہیں کہ آئمہ طاہرینؑ نے اِس کے اہتمام کی اِس قدر تاکید کیوں فرمائی ہے؟ مؤرخ المانی ماربین کہتا ہے:

((إنّ جهل بعض مؤرخينا جعلهم ينسبون الشيعة للجنون، وهذه مجرّد تُهمٍ، فإننا لم نشاهد بين الشعوب قوماً كالشيعة؛ حيث سلكوا بواسطة مجالس العزاء سياسة عقلائية أنتجت نهضات دينيّة مثمرة)).

ہمارے بعض مؤرخین کی جہالت کی حد یہ ہے کہ وہ شیعوں کو پاگل اور مجنون سمجھتے ہیں۔ یہ محض ایک تہمت ہے۔ہم نے آج تک شیعوں جیسی کوئی قوم نہیں دیکھی۔اُنھوں نے مجالسِ عزا کے واسطہ سے ایسی عقلائی سیاست اختیار کی ہے جس کے ثمرات دین کے لیے قربان ہونے کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر یہی مؤرخ کہتا ہے:

((ليس هنالك ما يوازي مراسم العزاء الحسيني في خلق هذا الوعي السياسي لدى المسلمين)).

پوری دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے مراسمِ عزا کی برابری کر سکے۔اِس نے حد سے بڑھ کر مسلمانوں کو سیاسی شعور دیا ہے۔

لادین اور ظالم حکومتوں کے عزاداری سے خوف زدہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مجالسِ عزا کے خلاف زبان استعمال کرتے ہیں اور اِنہیں رکوانے کے لیے اپنا زور صرف کرتے ہیں۔ حتی کہ اُنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک تک کو منہدم کروایا اور اُس کی زیارت سے منع کیا۔

مخفی نہیں کہ دشمنانِ دین مجالس عزا سے کس قدر خوف زدہ ہیں۔وہ اِن کو ختم کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کرتے ہیں۔کبھی وہ اپنے کرائے کے ایجنٹوں سے اِن پر گھٹیا اور غلیظ قسم کی تہمتیں لگاتے ہیں

۔اور کبھی ظالموں اور دہشت گردوں کو آلہ کار بنا کر اِن مجالس کی راہ میں مشکلات کھڑی کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ ان مجالس سے روح ختم کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔

ہمیں واقعہ کربلا کے بعد تاریخ اسلام کا نہایت گہری نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اِن شعائرِ حسینیؑ نے ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہونے والے مسلمانوں کو اُسوہ فراہم کیا۔

یہاں ہم اپنے قارئین سے سوال کرتے ہیں کہ اگر تمام مسلمان اِن مجالس کو اپنے یہاں عام کریں اور اِس عنصر قوی کے ذریعہ اپنے ماحول کو فساد اور گندگی سے پاک کریں تو کیا اغیار کی جرات ہے کہ اسلامی ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کرسکیں؟!

اگر ان مجالس اور امام حسینؑ کی قربانی کے اُصولوں کو عملی صورت دے دی جائے تو کیا چور اور لٹیرے اسلامی ممالک کے قیمتی خزانوں پہ قابض ہو سکتے ہیں؟!

4۔تزکیہ وتہذیبِ نفس

امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا روحانی انقلاب اور تزکیہ وتہذیبِ نفس کا مرکز شمار ہوتی ہیں۔ لوگ اِن میں امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت پہ گریہ اور آپؑ کی اقتداء کا عزم کرتے ہیں۔وہ آپؑ کی سیرت کو بیان کر کے ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ جو انسان کو اندر سے تبدیل کرتا ہے اور گناہ و معصیت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

جیسا کہ ہمیں ایسے بہت سے افراد نظر آتے ہیں جو مجالسِ حسینیہؑ میں آ کر اپنی زندگیاں بدل چکے ہیں ۔یہ مجالس ہی کا فیض ہے کہ بہت سے افراد جو پہلے گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، اب حق کی راہ پہ آ چکے ہیں۔

یہ مجالس انسان کو عزت وکرامت، ایثار وقربانی، بلند اخلاق اور تقوی وخشیتِ الٰہی کا درس دیتی ہیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ وہ مراکز تہذیب ہیں جو بڑے بڑے لیڈروں اور حق وعدالت کے

عاشقوں کوجنم دیتے ہیں۔

یہ مجالس تاریخ ،شرعی احکام اور دیگر موضوعات کے بارے میں علوم ومعارف اور دینی حقائق عوام تک پہنچانے کا سبب بنتی ہیں۔

اِس لیے انہیں اہم ترین اورکامیاب ترین تربیتی مراکز میں شمار کیا جاتا ہے۔

مؤرخ المانی کہتا ہے:

((إنّ المسلمین لن یعیشوا الذلة ما دامت لدیھم ھذہ المجالس التی یتعلّمون فیھا دروس الشجاعة والتضحیة، ومن خلال ھذا الطریق یتعلّم الشیعة درسالشجاعة والبطولة)).

مسلمان اُس وقت تک ذلت وپستی کا شکار نہیں ہو سکتے ، جب تک کہ اُن کے پاس یہ مجلسیں ہیں ۔جن میں وہ شجاعت وقربانی کا سبق حاصل کرتے ہیں۔اِن مجالس کے ذریعہ شیعہ مومنین شجاعت و بہادری کا درس سیکھتے ہیں۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے یہ دروازہ اِسی لیے کھولا اورلوگوں کو اِس کی ترغیب دلائی۔تاکہ اِن حسینیؑ دانشگاہوں میں تعلیم وتربیت کی طرف دعوت دی جاسکے۔

مرحوم فیض کاشانی اپنی کتاب المحجۃ البیضاء میں اس حدیثِ نبویؐ:''صالحین کے ذکر میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

بے شک صالحین اوراُن کے اخلاق وعادات پر مبنی واقعات کا ذکر دوسروں کے لیے ہدایت کا باعث بنتے ہیں۔لہذا وہ رحمت الٰہی کے نزول کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

شیخ کلینی اورشیخ طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

((قال لی أبی: یا جعفر، أوقف من مالی کذا و کذا للنوادب تندبنی عشر سنین بِمِنی أیام مِنی))

میرے باباؑ نے مجھے وصیت فرمائی کہ

اے جعفرؑ! میرے مال میں سے ایک خاص مقدار اُن عورتوں کے لیے مختص کرنا کہ مقام منی میں ایام حج میں دس سال تک مجھ پر گریہ کریں۔

صاحب جواہر نے کتاب الطہارۃ میں اِس وصیت کی حکمت اور فلسفہ کے بارے میں نہایت علمی اور جاندار بحث کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

اِس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والے پر گریہ کرنا مستحب ہے۔بشرطیکہ جس پر گریہ کیا جائے وہ ایسی صفات اور خصائص کا حامل ہو کہ جنہیں عام کیا جانا چاہیے۔تاکہ لوگ اُس شخصیت کے افکار کو اختیار کریں۔

المختصر امام حسینؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ واصحابؓ کا ہمیشہ ذکر کرنا نہایت ہی اچھا فعل اور شرعاً پسندیدہ و مطلوب عمل ہے۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(03)

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت وآثار

مقدمہ

امام حسین علیہ السلام کی قبر مسلمانوں کی توجہات کا مرکز بن چکی ہے۔ اور اِس کے پیچھے آئمہ طاہرینؑ کی تاکیدات اور اپنے ماننے والوں کو اِس مقامِ مقدس کی زیارت کی ترغیب دلانا ہے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کو بتایا کہ خدا کی نگاہ میں اِس ضریح پاک کی زیارت کا ثواب کتنا زیادہ ہے۔ اور اُن سے قبل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی زیارت کی فضیلت کو بیان کیا اور بتایا کہ آپؑ کی زیارت کرنے والے اِس اُمت کے صدیق ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا دخل الحسين عليه السلام اجتذبه إليه ثم يقول لأمير المؤمنين عليه السلام: أمسكه، ثم يقع عليه فيقبله ويبكى، يقول: يا أبه لم تبكى؟ فيقول: يا بنى أقبل موضع السيوف منك وابكى، قال: يا أبه وأقتل؟ قال: إى والله وأبوك وأخوك وأنت، قال: يا أبه فمصارعنا شتى؟ قال: نعم يا بنى، قال: فمن يزورنا من أمتك؟ قال: لا يزورنى ويزور أباك وأخاك وأنت إلا الصديقون من أمتى

جب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو سینے کے ساتھ لگالیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا: اِسے پکڑے رکھیں۔ پھر آپؐ مولا حسینؑ پر جھک کر آپؑ کو بوسے

دینے لگے اور گریہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر امام حسینؑ نے پوچھا: بابا جانؐ! آپؐ گریہ کیوں کر رہے ہیں؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بابا کی جانؑ! میں آپؑ کے بدن نازین کی اُن جگہوں کے بوسے لے رہا ہوں جہاں تلواریں چلیں گی۔ اور میں اِسی لیے رو رہا ہوں۔

مولا حسینؑ نے پوچھا: بابا جانؐ! کیا مجھے قتل کیا جائے گا؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! خدا کی قسم! آپؑ کے باباؑ، بھائی اور آپؑ سب کو شہید کیا جائے گا۔ امام حسینؑ نے سوال کیا: باباؐ! کیا ہماری قتل گاہیں الگ الگ ہوں گی؟

تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے لعلؑ! امام حسینؑ نے عرض کی: پھر آپؐ کی اُمت سے ہماری زیارت کے لیے کون آئے گا؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری، آپؑ کے بابا، بھائی اور آپؑ کی زیارت کے لیے صرف اِس اُمت کے صدیق ہی آئیں گے۔

ایک روایت میں ابن قولویہ نے اپنی سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ

كان الحسين بن علي في حجر النبي صلى الله عليه وآله وسلم يلاعبه ويضاحكه. فقالت عائشة: يا رسول الله ما أشد إعجابك بهذا الصبي؟ فقال لها: ويلك و كيف لا أحبه ولا أعجب به، وهو ثمرة فؤادي وقرة عيني، أما إن أمتي ستقتله، فمن زاره بعد وفاته كتب الله حجة من حججي، قالت: يا رسول الله حجة من حججك؟ قال: نعم وحجتين من حججي، قالت: يا رسول الله حجتين من حججك؟ قال: نعم، وأربعة، قال: فلم تزل تزاده ويزيد ويضعفه حتى بلغ تسعين حجة من حجج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بأعمارها

ایک دفعہ امام حسین علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں تھے اور آپؐ اُن کے کھیلا ہنسا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر عائشہ نے کہا: یارسول اللہؐ! آپؐ اِس بچے کے ساتھ کس قدر مانوس ہیں؟!

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا: تیرا برا ہو ! میں کیونکر اس سے پیار نہ کروں اور اِس سے خوشی وانس محسوس نہ کروں؟ جب کہ یہ میرے دل کا ثمر اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ جان لو کہ عن

قریب میری اُمت اِسے شہید کر دے گی۔ لہذا جو بھی اِس کی شہادت کے بعد اِس کی زیارت کو جائے خدا اُس کے لیے میرے (ساتھ کیے ہوئے) ایک حج کا ثواب لکھے گا۔

عائشہ نے کہا: کیا واقعی آپؐ کے (ساتھ کیے ہوئے) ایک حج کا ثواب؟! تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں واقعی، میرے (ساتھ کیے ہوئے) دو حجوں کا ثواب۔

عائشہ نے (حیران ہوکر) پوچھا: یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ کے (ساتھ کیے ہوئے) دو حج؟! تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ (میرے ساتھ کیے ہوئے) چار حج۔

امامؑ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد عائشہ جیسے جیسے حیران ہوکر پوچھتی رہی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثواب میں اضافہ بتاتے رہے۔ یہاں تک بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (ساتھ کیے ہوئے) عمروں سمیت نوے حجوں تک پہنچ گئی۔

ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نورِ نظر جناب سیدہؑ کو اپنے جگر گوشے کی شہادت کی خبر دی۔ اور اُسے سن کر بی بیؑ نے دل خراش بین کیے۔ اُس موقع پر جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ اُن میں سے ایک بات یہ تھی:

أما ترضين أن يكون من أتاه زائرا في ضمان الله، ويكون من أتاه بمنزلة من حج إلى بيت الله الحرام واعتمر، ولم يخل من الرحمة طرفة عين، وإذا مات مات شهيدا، وإن بقي لم تزل الحفظة تدعو له ما بقي، ولم يزل في حفظ الله وأمنه حتى يفارق الدنيا.

کیا آپؑ اِس پر راضی نہیں کہ جو بھی اُن کی زیارت کو آئے وہ خدا کی امان میں ہوگا۔ اور اُس کا ثواب بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے جتنا ہوگا۔ وہ پلک جھپکنے کی دیر بھی خدا کی رحمت سے دور نہ ہوگا۔ اور جب دنیا سے جائے تو اُس کی موت شہادت کی موت ہوگی۔ اگر وہ زندہ رہا تو خدا کی طرف سے حفاظت پر مامور فرشتے اُس کے لیے دعا کرتے رہیں گے۔ اور وہ تا دمِ آخر خدا کی حفاظت اور امان میں ہوگا۔

اِن روایات میں آپ نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زائرین امام حسینؑ کو اپنی امت کا صدیق کہا ہے، ایک روایت میں آپؑ کی زیارت کو 90 مرتبہ بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے کے برابر بتایا ہے۔ کہ جو آپؑ کے (ساتھ کیے ہوئے) حج وعمرہ کے برابر ہوتے ہیں۔ اور اِس آخری روایت میں آپؑ کے زائر کی موت کو شہادت کہا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت میں یہ حدیث روایت ہوئی ہے ۔آپؐ نے فرمایا:

یا ابن عباس من زاره عارفا بحقه کتب له ثواب ألف حجة وألف عمرة. ألا ومن زاره فكأنما زارني، ومن زارني فكأنما قد زار الله، وحق الزائر على الله أن لا يعذبه بالنار

اے ابن عباسؓ! جو شخص امام حسین علیہ السلام کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کرے۔ تو خدا اُس کے لیے ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرہ کا ثواب لکھے گا۔ یاد رکھو (اے ابن عباسؓ!) جس نے حسینؑ کی زیارت کی اُس نے گویا میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت کی اُس نے گویا خدا کی زیارت کی۔ اور (خدا کے) زائر کا اُس پہ حق ہے کہ اُسے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں امام حسین علیہ السلام کا مقام یہ ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش نفسانی کی بنیاد پر کچھ نہیں کہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ اہل بیتؑ نے کریم کربلا امام عالی مقام سرکار سید الشہداء کی زیارت کے فضائل سے نقاب کشائی کی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر جواد کلیدار مرحوم اِس موضوع پر لکھتے ہیں:

اِس سلسلہ میں آئمہ طاہرینؑ سے احادیث نقل ہوئی ہیں۔ جو سب کی سب اِسی مطلب کو بیان کرتی ہیں۔ آئمہ طاہرینؑ نے مولا حسین علیہ السلام اور آپؑ کی مرقدِ مطہرہ کی زیارت کے حج بیت اللہ کی مانند مناسک بنائے ہیں۔ کیونکہ زائر اِسلام کی ایسی عظیم شخصیت کے سامنے ہوتا ہے جو نص قرآنی

کی روشنی میں شہید اور زندہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾

اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں اُنہیں مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔ اب کون سا شہید ایسا ہے جس کا مرتبہ خدا کی نظر میں امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحابؑ سے بڑھ کر ہو۔ اِن شہداء کے مثل کوئی شہید نہیں، سوائے شہداءِ بدر کے۔ جنہوں نے دعوتِ اسلامیہ کے ستونوں کو مضبوط رکھنے کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔

حتی کہ اب ہر مسلمان پر امام حسین علیہ السلام کی زیارت فرض ہو چکی ہے۔ شیعہ اِس کی بہت شدت کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔ وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اِس فرمان پر عمل کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

مروا شيعتنا بزيارة قبر الحسين عليه السلام، فأن إتيانه مفترض على كل مؤمن يقر للحسين بالإمامة من الله عز وجل

ہمارے شیعوں کو قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا حکم پہنچاؤ۔ بے شک ہر وہ مومن جو امام حسین علیہ السلام کی خدا کی طرف سے امامت کا اقرار کرتا ہو۔ اُس پر آپؑ کی قبر کی زیارت کے لیے جانا واجب ہے۔

اِس روایت کی روشنی میں جو بھی امام حسین علیہ السلام کی امامت کا اقرار کرتا ہے۔ اُس پر آپؑ کی زیارت پہ جانا واجب ہے۔ اور وہ آپؑ کے حق، حرمت اور ولایت کا عارف ہوتا ہے۔

لیکن اہل بیتؑ کی امامت کے قائل نہیں وہ اِس شرط سے باہر ہیں۔ ہارون بن خارجہ کی حدیث میں ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی:

قال: قلت لأبي عبد الله عليه السلام: إنهم يرون إنه من زار الحسين كانت له حجة وعمرة؟ قال: ومن زاره - والله - عارفا بحقه غفر له ما تقدم من

ذنبه وما تأخر

وہ (یعنی شیعہ) یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائے اُسے حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جو امام حسینؑ کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کو جائے۔تو خدا اُس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت:

مصادرِ اہل بیتؑ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور اُس کے ثواب کے متعلق بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں۔اُن میں سے کچھ یہ ہیں:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

أدنى ما يثاب به زائر أبي عبد الله عليه السلام بشط الفرات إذا عرف حقه وحرمته وولايته، أن يغفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر

جب زائر فرات کے کنارے امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق ،حرمت اور ولایت کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کرے۔تو اُسے کم سے کم یہ ثواب ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

1۔زندگی اور رزق میں اضافہ

جنابِ محمد بن مسلمؒ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مُروا شيعتنا بزيارة قبر الحسين عليه السلام فإنّ إتيانه يزيد في الرزق، ويمدّ في العمر، ويدفع مدافع السوء...

ہمارے شیعوں کو امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کا حکم پہنچا دو کہ بلاشبہ آپؑ کی زیارت پہ جانا رزق اور عمر میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور انسان کو نقصانات سے بچاتا ہے۔

2۔قیامت کے دن امان

زید شحامؒ سے مروی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا،آپؑ نے ارشاد فرمایا:

من أتى قبر الحسين عليه السلام متشوّقاً إليه كتبه الله من الآمنين يوم القيامة، وأُعطى كتابه بيمينه، وكان تحت لواء الحسين عليه السلام حتّى يدخل الجنّة فيسكنه في درجته إنّ الله عزيز حكيم

جو شخص پورے اشتیاق و رغبت کے ساتھ مولا حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائے۔تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن میں اَمن پانے والوں میں لکھ دے گا۔اُس کا اعمال نامہ اُسے دائیں ہاتھ میں دے گا۔

اور وہ امام حسین علیہ السلام کے علم کے سایے میں ہوگا۔یہاں تک کہ خدا اُسے جنت میں داخل فرما کر آپؑ کے درجہ میں پہنچا دے۔بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

3۔گناہوں کی مغفرت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

أدنى ما يثاب به زائر أبي عبد الله عليه السلام بشط الفرات إذا عرف حقه وحرمته وولايته، أن يغفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر

جب زائر فرات کے کنارے امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق ،حرمت اور ولایت کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کرے۔تو اُسے کم سے کم یہ ثواب ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

یہ اُن روایات کے علاوہ ہیں۔جن میں ذکر ہے کہ آپؑ کی زیارت حج ،عمرہ اور جہاد کے برابر اجر وثواب رکھتی ہے۔اِس سے حساب میں آسانی ہوتی ہے۔درجات بلند ہوتے ہیں۔دعائیں قبول ہوتی ہیں۔حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔غم و پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔سکراتِ موت کا مرحلہ آسانی سے

گزرتا ہے اور قبر کی وحشت وتاریکی سے نجات ملتی ہے۔

معصوم کا زائر کے لیے دعا کرنا

بعض روایات میں ہے کہ فرشتے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آنے والوں کا استقبال کرتے ہیں۔ اور جب وہ واپس اپنے علاقوں کی طرف پلٹتے ہیں تو فرشتے اُن کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ نیز روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ انبیاءؑ، اوصیاءؑ، آئمہؑ اور فرشتے بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور آپؑ کے زائرین کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ اور زائرین کو مختلف قسم کی بشارتیں دیتے ہیں۔

جیسا کہ صاحبِ مفاتیح الجنان نے معاویہ بن وہب سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ اپنے مصلیٰ پر محو دعا و مناجات تھے۔ میں نے سنا آپؑ نے اپنے رب سے یوں مناجات کیں:

یا من خصّنا بالکرامة، ووعَدَنا الشفاعة، وحمّلنا الرسالة، وجَعَلنا ورثة الأنبیاء۔۔إلی أن یقول علیه السلام: فکافهم عنّا بالرضوان وأکلأهم باللیل والنّهار... وأعطهم أفضل ما أمّلوا منك فی غربتهم... فارحم تلك الوجوه التی غیّرتها الشمس، وارحم تلك الخدود التی تقلّبت علی قبر أبی عبد الله علیه السلام، وارحم تلك الأعین التی جرت دموعها رحمة لنا، وارحم تلك القلوب التی جزعت واحترقت لنا، وارحم تلك الصرخة التی کانت لنا، اللهمّ إنّی استودعك تلك الأنفس وتلك الأبدان حتّی ترویهم من الحوض یوم العطش

اے وہ ذات! جس نے ہمیں کرامت کے ساتھ مخصوص کیا، شفاعت کا وعدہ دیا، حاملینِ رسالت اور انبیاءؑ کا وارث بنایا۔۔

اے اللہ! ہماری طرف اُنہیں بدلے میں اپنی رضا و رحمت عطا فرما۔ شب و روز اُن کی حفاظت فرما۔۔

اے اللہ! اپنی غربت و مسافرت میں تجھ سے جو اُمید لے کر آئے ہیں اُنہیں اُس سے بڑھ کر عنایت فرما۔۔

اے اللہ! اُن چہروں پر رحمت نازل فرما کہ سورج کی گرمی نے جن کے رنگ بدل ڈالے۔

اُن رخساروں پر رحم فرما جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کا بوسہ لیا۔

اُن آنکھوں پر رحم فرما جن میں ہمارے غم کے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

اُن دلوں پر رحمت نازل کر کہ جو ہماری خاطر پریشان اور آتش غم و حسرت میں جلتے ہیں۔

اُن چیخوں اور بینوں پر رحم فرما جو ہماری مظلومیت پر بلند ہوتے ہیں۔

اے اللہ! میں اُن جانوں اور جسموں کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ تو پیاس والے دن اُنہیں حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔

زیارت کے لیے کوئی وقت یا جگہ خاص نہیں

روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا کوئی وقت ایسا ہے۔ جو سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو؟ تو امامؑ نے فرمایا:

زوروه فی کلّ زمان، فإنّ زیارته خیر مقرّر، من أکثر منها کَثُرَ نصیبه من الخیر، ومن أقلّ منها قلّ نصیبه منه، واجتهدوا فی زیارته فی الأوقات الشریفة، ففیها یُضاعَف أجر الصالحات، وتُنزّل فیها الملائکة من السماء لزیارته

ہر ہر وقت زیارت کیا کرو۔ بے شک مولا حسین علیہ السلام کی زیارت خدا کی طرف سے مقرر شدہ خیر و خوبی ہے۔ جو شخص جتنی زیادہ بار زیارت کرے اُس کا نصیب اتنا زیادہ ہوگا۔ اور جو شخص جتنی کم زیارت کرے گا اُس کا نصیب اتنا کم ہوگا۔ البتہ فضیلت کے اوقات میں زیارت کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کیا کرو۔ کیونکہ اُن اوقات میں نیکیوں کا اجر بڑھ جاتا ہے اور فرشتے آسمان سے مولاؑ

کی زیارت کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

ہر جگہ سے زیارت کے بارے میں ابن ابی عمیر کے واسطہ سے ہشامؒ سے مروی ہے۔ اُنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

إذا بعدت بأحدكم الشقّة، ونأت به الدّار، فليعلُ أعلى منزله، فيصلّي ركعتين، وليومیء بالسلام إلى قبورنا، فإنّ ذلك يصير إلينا

اگر تم میں سے کسی کو زمانے کے حالات دور رہنے پر مجبور کر دیں اور اُس کا گھر دور ہو ۔تو وہ اپنے مکان کی سب سے اُونچی چھت پہ جائے۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہماری قبور کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے سلام بھیجے تو بے شک وہ سلام ہم تک پہنچتا ہے۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(04)

شعائرالٰہیہ اورخونِ حسین علیہ السلام

مقدمہ

جس مومن سے اہل بیتؑ راضی ہوتے ہیں۔اُن کی نشانی یہ ہے کہ ماہِ محرم کے آغاز میں اُس کی کیفیت اورزندگی گزارنے کا انداز بدل جاتا ہے۔جیسا کہ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت بھی یہی تھی۔مثلاً ہم روایات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق پڑھتے ہیں کہ آپؑ ایام محرم اور بالخصوص روزِ عاشورا یعنی امامِ مظلوم کی شہادت کے دن ہرگز خوش دکھائی نہ دیتے۔

ماہ محرم میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ مواسات ومحبت کا اظہار

بحیثیتِ مومن ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اِس مہینے کی آمد پر اپنے امامؑ کو پرسہ وتعزیت پیش کرنے کے لیے پوری طرح تیاراورآمادہ ہوں۔یہ نہیں کہ ہم ساری توانائی گریہ وزاری پہ صرف کر دیں۔بلکہ اِس میں زیادہ ترجیحی اورواجب عمل ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے غم میں شریک ہوں۔کیونکہ اِس غم کی سب سے زیادہ تکلیف آپؑ کو ہے۔آپؑ امام حسینؑ اوراُن کے اہل بیتؑ کے اُن تمام مصائب کا علم رکھتے ہیں۔جن کے بارے میں کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

بلاشبہ مقتل کی کتابوں میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں جو کچھ نقل ہوا اُس سے کبھی حقیقت واضح نہیں ہوسکتی ہے۔امامؑ کے جو مصائب کتابوں کے واسطہ سے ہم تک پہنچے وہ بہت کم ہیں۔حالانکہ امامؑ کے مصائب اِس سے کئی گنا زیادہ تھے۔امامِ زمانہ ہی جانتے ہیں کہ روزِ عاشور کتنی بڑی مصیبت کا دن ہے اورامام حسین علیہ السلام کا مقام کیا ہے؟!

جس طرح امیر المومنین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ خدااور نبیِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ حقیقت میں مقامِ مرتضیٰ کیا ہے؟ اِس طرح آپؑ کے معصومؑ اور امام بیٹوںؑ کے بارے میں کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ اُن کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اُن کا مرتبہ اور اُن کی قداست و طہارت اِس قدر بلند ہے کہ اُن کی کماحقہ معرفت عام انسان کے بس میں ہی نہیں ۔مگر یہ کہ اُنہیں ایک خاص حد تک اِن ذواتِ مقدسہؑ کے بارے میں علم دیا گیا ہے۔

بحث کے عمومی اُصول

یہاں ہم اُن آیاتِ کریمہ کے بارے میں بات کریں گے۔جن میں شعائر کا لفظ آیا ہے۔تا کہ ہم اِس لفظ کے معنی کو سمجھ سکیں اور جان سکیں کہ اِس کا دلوں کے تقوی کے ساتھ کیا ربط ہے؟

نیز ہم اِس علت اور حکمت کو سمجھنے کی بھی کوشش کریں گے کہ جس کی وجہ سے خدائے عزوجل نے تقوی کو دل کی طرف نسبت دی ہے، اعمال کی طرف نہیں دی۔

وہ آیات جن میں لفظ شعائر وارد ہوا ہے:

سورۃ الحج کی آیت ۳۶ میں ارشاد باری ہے:

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

اور قربانی کے اونٹ جنہیں ہم نے تم لوگوں کے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے۔

''بدن'' سے مراد وہ جانور ہیں۔ جو اَیامِ حج میں خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیے جاتے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا

صفا اور مروہ یقیناً اللہ کے شعائر میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے ان دونوں کا چکر لگانے میں کوئی حرج نہیں۔(سورۃ البقرہ:۱۵۸)

تیسری آیت مذکورہ بالا دو آیات کی نسبت زیادہ جامع ہے۔اور وہ یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا

اے ایمان والو! تم اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے باندھ دیے جائیں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں بیت الحرام کی طرف جا رہے ہوں۔ (سورۃ مائدہ: ۲)

اِن تین آیات سے ہم درج ذیل مطالب اَخذ کرتے ہیں۔

شعیرہ کیا ہے؟

لغت میں شعیرہ کا معنی علامت ہے۔ جیسا کہ ہم سڑکوں اور شوارع پر دیکھتے ہیں کہ وہاں کچھ علامات نصب ہوتی ہے۔ جنہیں واکنگ یا ڈرائیونگ سائنز کہا جاتا ہے۔ یہ مختصر مختصر علامات بہت بڑی بڑی چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور انسان کو آگے آنے والے مرحلے کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ مثلاً آگے پہاڑی ہے، یا خطرناک موڑ ہے، یا کھائی ہے۔ لہذا اگر کوئی ڈرائیور پہاڑی یا اترائی کے راستے پر غفلت کرے تو اُسے کافی زیادہ نقصان ہو سکتا ہے۔

اِس بنا پر علامت، یا شعیرہ ایسے رمز اور نشان کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی بڑے اور اہم مطلب کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اس لیے عاقل و سمجھ دار انسان وہ علامت اور اُس کے معانی میں تعلق کا راز جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ

اے ایمان والو! تم اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔

اِس آیت میں مذکور شعائر اللہ یہ ہیں: (۱) شہر حرام۔ (۲) قربانی کے جانور۔ (۳) وہ جانور جن کے گلے میں پٹہ باندھ دیا گیا ہو۔ تا کہ معلوم ہو سکے اُسے ایام حج میں منیٰ کے مقام پر قربان کیا جانا ہے۔ لہذا لوگ اُس کا احترام کریں اور اُسے مارنے اور تکلیف دینے سے اجتناب کریں ۔ اِس آیت میں قرآن نے قربانی کے جانوروں یعنی بھیڑ بکریوں وغیرہ کا عطف خدا کے گھر کا قصد کرنے والے

حاجیوں پر کیا ہے۔ یوں قرآن کریم اِن سب کے بارے میں ایک ہی انداز سے بات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حجاج اور حج کے لیے ذبح ہونے والے حیوانات سب شعائر اللہ ہیں۔ لہذا تم خدا کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو۔

سارا جہاں خدا کی نشانی ہے۔۔

اِن آیاتِ شریفہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر ایک وجود خدائے عز وجل کی نشانی ہے۔ کسی شاعر نے بہت ہی خوب کہا ہے:

وفی کلّ شیءٍ لَہُ آیۃٌ　　تَدلُّ علی أنّہُ وَاحِدُ

ہر چیز میں خدا کی ایک نشانی ہے۔ جو دلالت کرتی ہے کہ خدا ایک ہے۔

سورۃ النحل میں خدا ارشاد فرماتا ہے:

وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ

اور علامتیں بھی (بنائیں) اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کر لیتے ہیں۔

تو ہر وجود خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ لیکن خداوند متعال کسی خاص مصلحت کے کسی وجود کو اپنی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ جیسے خدا کے یہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ اور ہر مہینہ خدا سے منسوب ہے۔ لیکن اُس کی مشیت یہ ٹھہری کہ اُن میں سے صرف چار مہینے حرمت والے ہوں۔ اُن میں بھی تین لگاتار آنے والے ذی قعدہ ذی الحجہ اور محرم اور ایک مہنیہ رجب۔ قرآن کریم میں سورہ مائدہ کی دوسری آیت میں حرمت والے مہینے کے متعلق تاکید کی گئی ہے۔

شعائر الٰہیہ اور خونِ حسینؑ

خدائے بزرگ و برتر نے مکہ کی طرف دیکھا تو اُسے اپنا حرمت والا شہر بنا دیا۔ پتھروں کے بنے مکعب شکل کے گھر کو دیکھا تو اُسے اپنا حرمت والا گھر بنا دیا۔ صفا و مروہ عام پہاڑیوں کی مانند ہیں۔ جب اُنہیں دیکھا تو اپنے شعائر میں سے قرار دیا۔ ماہِ محرم اگرچہ اپنے مقام پر مستقل حرمت رکھتا ہے۔ لیکن تاریخ اِسلام کے سب اہم واقع نے اِس مہینہ میں رونما ہو کر اِس کی اہمیت اور بڑھا دی ہے۔

اگر ہم زمانۂ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کوئی زمانہ دیکھنا چاہیں تو میرا خیال یہی ہے کہ روزِ عاشورا اِس کے لیے نہایت ہی مناسب ہے۔ جس بعثت کے زمانہ میں اِسلام کا آغاز ہوا تھا اِسی طرح عاشورا میں پھر وہ اسلام زندہ ہو گیا اور اُس کے مرجھائے ہوئے پودے میں جان آ گئی۔ اِسلام کو پھر سے جس چیز نے حیات دی وہ خونِ حسین ابن علیؑ ہے۔ اور وہی خون آج تک ایمان والوں کے دل جوڑے ہوئے ہے۔

ویٹکان میں امام حسینؑ پر ایک ہزار مجلدات کا انسائیکلوپیڈیا

ایک ثقہ اور قابل اعتماد مومن نے بیان کیا ہے کہ جس کی ملاقات یورپ کے شہر ویٹکان کے ایک ذمہ دار فرد سے ہوئی۔ جب وہ ویٹکان کی لائبریری میں گیا۔ تو وہاں امام حسین علیہ السلام کی سیرت پر ایک ہزار جلدیں دیکھیں۔

ویٹکان پوری دنیا کے مسیحیوں کا مرکز ہے۔ جو اُن کی فکری اور مالی حوالے سے مدد کرتا ہے۔ اُس مومن نے وہاں کے ذمہ دار سے پوچھا کہ یہاں امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے بارے میں اتنا اہتمام کس لیے ہے؟ اور یہاں صرف مولا حسینؑ پر ایک ہزار جلدی انسائیکلوپیڈیا کیوں رکھا ہوا ہے؟

تو ویٹکان کے مسئول نے بتایا کہ ہم نے پہلے ریسرچ کی کہ کون سا دین ہے جو دنیا میں زیادہ پھیلا۔ اور وہ کون سا دین ہے کہ جو اِس صدی میں ہمارے دلوں میں کھٹکتا ہے۔

تو ہم مکمل ریسرچ کرنے اور معلومات جمع کرنے کے بعد اِس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ دین ''اسلام'' ہے۔ اِس کے بعد ہم نے اگلی تحقیق یہ کی کہ کون سا اسلامی مذہب ہے جو دلوں کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ تو اِس مرحلے میں ہم نے مذہبِ اہل بیتؑ کو دل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا مذہب پایا۔

پھر ہمارا سوال یہ تھا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ مذہب مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے؟ تو ہم نے پوری تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صرف امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہے کہ جو اِس مذہب کی خوبصورتی اور ہر دلعزیز ہونے کی وجہ ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ جب ایک مسلمان اور مومن امام حسینؑ کا تصور کرتے ہوئے کانپ اُٹھتا ہے ۔اِسی طرح کافر بھی امام عالی مقامؑ کا نام سن کر لرز جاتا ہے۔

مولا حسین اور مولا عباس علیہما السلام غیر مسلموں کی نظر میں۔۔

ہم اپنے بعض شہروں میں دیکھتے ہیں کہ وہ اِسلامی شخصیات کے ساتھ بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں ۔جیسے ارمن ۔ یہ خود کافر ہیں ۔مگر مولا عباس علیہ السلام سے بہت زیادہ عقیدت اور لگاؤ رکھتے ہیں ۔وہ آپؑ کی وفاداری کی یاد میں اپنے یہاں مجالس اور نشستیں رکھتے ہیں۔

عام طور پر لوگ ایثار اور جوانمردی کو پسند کرتے ہیں ۔ جب غیر مسلم واقعہ کربلا میں غور وفکر کرتے ہیں ۔تو اُنہیں بہت سی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں ۔جیسا کہ ہندوستان کے بادشاہ کا یہ جملہ مشہور ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السلام سے یہ سیکھا کہ کس طرح انسان مظلومیت سہہ کر اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکتا ہے۔

حسینیؑ طرزِ اصلاح

ہمیں چاہیے کہ محرم الحرام کے ایام سے اچھی طرح استفادہ کریں اور اُن اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔جن کی خاطر امام عالی مقامؑ نے قیام فرمایا ۔جیسا کہ آپؑ نے مدینہ سے نکلتے وقت ہی اپنے قیام کے اہداف و مقاصد کو بیان کر دیا تھا۔اور اپنی شہادت کے آخری مرحلے تک اپنے ہدف پہ قائم رہے۔آپؑ نے فرمایا:

وأنّي لم أخرج أشرا ولا بطرا ولا مفسدا ولا ظالما، وإنّما خرجت لطلب الاصلاح في أمّة جدّي صلّى الله عليه وآله

میں شر پھیلانے ،تکبر وخودنمائی کرنے ،فساد ڈالنے اور ظلم کرنے کے لیے نہیں نکل رہا۔ بلکہ میں اپنے نانا کی اُمت کی اصلاح کے لیے نکل رہا ہوں۔

مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام سے درس لے اور اصلاح کی کوشش کرے۔ اگر وہ پوری اُمت کی اصلاح نہ کر سکے تو اپنے گھر والوں کی ہی اصلاح کر لے۔

اور اگر اپنے اہل خانہ کی بھی اصلاح نہ کرسکتا ہوتو کم از کم اپنی اصلاح ضرور کرے۔

امام حسین علیہ السلام مطلقاً اصلاح کے لیے نکلے تھے۔ لہذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جب تک انقلاب اور امام حسین علیہ السلام کی مانند قیام نہ کرسکتا ہوتو اُس سے اصلاح کی ذمہ داری ساقط ہے۔ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

کیونکہ امام حسین علیہ السلام پوری اُمت کی اصلاح کے لیے نکلے تھے۔ اور اُمت افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ اِس لیے مصلح کو چاہیے کہ اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کرے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

''اے ایمان والو! خودکو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم سے بچاؤ۔'' (سورۃ تحریم:٦)

اگر انسان پورے معاشرے کی اصلاح کرسکتا ہو۔ جیسے امام حسین علیہ السلام نے ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ تو یہ ایک الگ ذمہ داری ہے۔ امامِ حسینؑ اصلاح کا ہدف اور مشن لے کر نکلے اور اپنے سفر کو اِس فرمان پہ ختم کیا:

رضا بقضائك وتسليما لأمرك

''اے اللہ! میں تیرے فیصلے پر راضی ہوں اور تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔''

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(5)

امام حسین وارثِ انبیاءؑ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ «33» ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ «34»﴾

بے شک اللہ نے آدم،نوح،آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا ہے۔وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔(سورۃ آل عمران: ۳۳،۳۴)

امام حسین علیہ السلام کے لیے خصوصی طور پر کچھ زیارات نقل ہوئی ہیں۔اور اُن زیارات میں بہت سے معانی اور اشارات آپس میں مشترک ہونے کے ساتھ ساتھ اِس قدر اہم ہیں کہ ہمیں اُن کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پہلا اشارہ: امامؑ کا عالی نسب ہونا

امام حسین علیہ السلام کی ہر زیارت آپؑ کے پاکیزہ نسب کے تعارف سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے:

السلام عليك يا ابن رسول الله، السلام عليك يا ابن أمير المؤمنين، السلام عليك يا ابن فاطمة الزهراء

یعنی آپؑ پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! آپؑ پر سلام ہو اے امیر المومنین علیہ السلام کے بیٹے! آپؑ پر سلام ہو اے فاطمۃ الزہراؑ کے بیٹے۔

حالانکہ امام حسین علیہ السلام کا نسب تو بہت معروف ہے۔لیکن اِن زیارات میں شروع میں ذکر کیے جانے کا مقصد شجرۂ اصطفاء کی طرف اشارہ کرنا ہے۔جس کا قرآن کریم میں اِس طرح ذکر کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ «33» ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ «34»﴾

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا ہے۔وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔(سورۃ آل عمران: ۳۳،۳۴)

امام حسین علیہ السلام خدا کے چنیدہ شجرے سے ہیں۔یعنی آپؑ آل ابراہیم سے ہیں کہ جنہیں خدا نے منتخب فرمایا تھا۔اِسی شجرہ کی بات کرتے ہوئے خدا نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾

اور ہم نے اُن دونوں کی نسل میں نبوت کا منصب اور کتاب رکھی۔(سورۃ الحدید:۲۶)

زیارتِ وارثہ میں اِسی شجرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

أشهد أنك كنت نوراً في الأصلاب الشامخة، والأرحام المطهرة، لم تنجسك الجاهلية بأنجاسها، ولم تلبسك من مدلهمات ثيابها

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ عظیم المرتبہ صلبوں اور پاکیزہ رحموں میں نور کی صورت میں موجود تھے۔جاہلیت نے اپنی نجاستوں سے آپؑ کو نجس نہیں کیا اور نہ ہی اپنی تاریکیوں سے آپؑ کو گھیرا۔

امام حسین علیہ السلام کا نور پورے عرش پہ محیط تھا۔

پھر وہ نور اصلاب میں منتقل ہوا اور ایک ایک صلب سے گزرتے ہوئے امیر المؤمنین اور جناب سیدہ علیہما السلام کے یہاں جلوہ فگن ہو کر امام حسین علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہوا۔

دوسرا اشارہ: وارثِ انبیاءؑ

ہم زیارت وارثہ میں پڑھتے ہیں:

السلام عليك يا وارث آدم صفوة الله، السلام عليك يا وراث نوح نبي الله، السلام عليك يا وراث إبراهيم خليل الله، السلام عليك يا وراث موسى كليم الله، السلام عليك يا وارث عيسى روح الله، السلام عليك يا وارث محمد حبيب الله، السلام عليك يا وراث أمير المؤمنين علي ولي الله.

آپؑ پر سلام ہوا ے آدم صفی اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام ہوا ے نوح نبی اللہؑ کے وارث، آپؑ پر سلام ہوا ے ابراہیم خلیل اللہؑ کے وارث۔ آپؑ پر سلام ہوا ے موسیٰ کلیم اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام ہوا ے عیسیٰ روح اللہؑ کے وارث۔ آپؑ پر سلام ہو محمد حبیب اللہؐ کے وارث۔ آپؑ پر سلام ہو اے امیر المومنین علی ولی اللہؑ کے وارث۔

امام حسین علیہ السلام کے وارثِ انبیاءؑ ہونے کے دو معانی ہیں۔ ایک معنی عمومی ہے۔ جس میں دوسرے معصومینؑ بھی شامل ہیں۔ جبکہ ایک معنی خصوصی ہے جو فقط اور فقط امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے۔

پہلا اور عمومی معنی

وہ معنی جس میں امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف تک تمام آئمہؑ امام حسینؑ کے ساتھ شریک ہیں۔ وہ انبیاءؑ کی کتابوں، مواثیق اور عہود کی وراثت ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ کی کتابیں نسل درنسل چلتی ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ وار آئمہ طاہرینؑ کے پاس منتقل ہوتی رہیں۔ جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے:

إن عندنا عصا موسى، إن عندنا ألواح موسى ونحن ورثة النبيين.

بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہمارے پاس ہے۔ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الواح بھی ہمارے پاس ہیں اور ہم تمام نبیوںؑ کے وارث ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ

ورث سلیمان داوود، وورث النبی محمد سلیمان، وورثنا نحن النبی محمداً فعندنا علم التوراۃ وعلم الإنجیل، وعلم الزبور، وتبیان الألواح.

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤدعلیہ السلام کے وارث بنے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث بنے۔ اور ہم آل محمدؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث بنے۔ ہمارے پاس تورات، انجیل، زبور اور تبیانِ الواح کا علم ہے۔

لہذا تمام کتابیں اور مواثیق وعہود اہل بیت اطہارؑ کے پاس موجود ہیں۔ اور اِسی کو وراثتِ انبیاءؑ کہتے ہیں۔

دوسرا خصوصی معنی

امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انبیاءؑ کی طرف ایک ایسی چیز میراث میں ملی۔ جو نہ کسی دوسرے نبیؑ کے حصے میں آئی اور نہ کسی وصی کے حصے میں۔ مثلاً امام حسین علیہ السلام حضرت آدم صفی اللہؑ کے وارث ہیں۔

حسینؑ، وارث آدمؑ

حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے ایک ایسی خصوصیت عطا کی۔ جو اُن کے علاوہ کسی نبی کے حصے میں نہیں آئی۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوںؑ کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو۔ جب کہ یہ فضیلت کسی اور نبیؑ کے حصے میں نہیں آئی۔

لہذا حضرت آدم علیہ السلام اِس خصوصیت اور منتخب کیے جانے کی بنا پر باقی نبیوںؑ کے مقابلے میں ایک خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔

حتی کہ بعض علماء نے روایات کی روشنی میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے اِس لیے سجدہ کرایا کہ اُن کے وجودِ اقدس میں محمد وآل محمدؑ کا نور جلوہ افروز تھا۔

جس طرح حضرت آدم علیہ السلام خصوصیتِ اصطفاء یعنی مسجودِ ملائکہ ہونے کی وجہ سے باقی

انبیاءؑ سے ممتاز تھے۔اِسی طرح امام حسین علیہ السلام کوایک خصوصیت حاصل ہے جوکسی نبی،رسول، یا وصی کے حصے میں نہیں آئی۔

آپؑ کوشہادت وہ درجہ ملا کہ جوآپؑ سے پہلے کسی نبیؑ یا وصیؑ کونہیں ملا تھا۔آپؑ کی شہادت میں تمام جہات اور معانی جمع تھے۔آپؑ کی شہادت نوری بھی تھی ،ملکوتی بھی تھی اور اصطلاحی بھی تھی۔

امام حسین علیہ السلام عالمِ انوار میں ایک روح کی صورت میں تھے جو خدا کی تسبیح وتہلیل میں مصروف تھی ۔تو اِس جہت سے آپؑ کی شہادت نوری تھی۔جیسا کہ ہم امام علی نقی علیہ السلام سے مروی زیارتِ جامعہ میں آئمہ طاہرینؑ پر اِس طرح سلام بھیجتے ہیں:

خلقکم اللہ أنوار اً فجعلکم بعرشه محدقین

''خدانے آپؑ کوانوار کی صورت میں بنایا اور پھر اپنے کے اطراف میں ٹھہرادیا۔''

امام حسین علیہ السلام نے شہادت ملکوتی کا مرتبہ بھی حاصل کیا ۔جو کہ اُمت کے اعمال پر گواہ ہونے سے عبارت ہے۔جیسا کہ آپؑ کے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہادتِ ملکوتی کے حامل تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَ كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[البقرة: 143]

''اور اِسی طرح ہم نے آپ (اہل بیتؑ) کو امتِ وسط (درمیان والا گروہ) بنایا تا کہ آپؑ لوگوں پر گواہ ہوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ پر گواہ ٹھہریں ۔''

یہ شہادت آپؑ نے ورثے میں پائی۔لیکن میدان کربلا میں اِسے اُس عروج پہ پہنچا دیا کہ کوئی نبیؑ یا وصیؑ بھی وہاں تک نہ پہنچ سکا۔

اور عاشورا کے دن شہادت پا کر آپؑ فقہی اور اصطلاحی اعتبار سے بھی شہید ٹھہرے ۔جس کا اعزاز یہ ہوتا ہے کہ اُسے غسل وکفن کی حاجت نہیں ہوتی ۔جس طرح آپؑ شہادتِ نوری وملکوتی کے حامل ہیں اِسی طرح اصطلاحی شہادت میں بھی سید الشہداء کہلائے جانے کے صحیح حق دار ہیں۔

حسینؑ، وارث نوح نبی اللہؑ

اگرچہ تمام نبی اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں۔مگر حضرت نوح علیہ السلام کو خاص طور پر ''نبی اللہ'' کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو نبی اللہ اِس لیے کہا گیا کہ آپؑ سب سے پہلے اولو العزم نبی تھے۔حضرت نوح علیہ السلام کی خاص صفت یہ تھی کہ آپؑ اپنی قوم میں موجود رہ کر بھی تنہا تھے۔پھر خدا نے آپؑ کشتی کے ذریعہ اپنی قوم کے شر سے نجات دی۔

اِسی طرح امام حسین علیہ السلام بھی میدان کربلا میں تنہا و غریب الوطن تھے۔دشمنوں نے آپؑ کو گھیر رکھا تھا یہاں تک کہ خدا نے آپؑ کو شہادت کے عظیم ترین درجہ پر فائز کیا۔آپؑ رحمتِ واسعہ (کے مظہر) اور سفینۂ نجات تھے۔

حسینؑ، وارثِ ابراہیمؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے اپنے بیٹے کی قربانی کی آزمائش کے مرحلہ سے گزارا۔تو اُنہوں نے خدا کے حکم کو تسلیم کیا اور امتحان الٰہی پر صابر رہے۔

چنانچہ ارشادِ خدا ہے :

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾

[البقرۃ: 124]

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب نے کچھ باتوں سے اُنہیں آزمایا اور وہ اُن پر پورے اُترے تو خدا نے فرمایا کہ میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں۔

جب کہ امام حسینؑ کی آزمائش اپنی جان کے ساتھ اپنے جگر کے ٹکڑوں اور اہل بیتؑ کو بھی راہ خدا میں پیش کرنا تھا۔

لہٰذا آپؑ نے اپنے پیاروں کی جانیں پیش کر کے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔اور خدا کے حضور شہادتِ عظمیٰ کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

حسینؑ، وارث موسیٰ کلیم اللہؑ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر اپنے زمانے کے فرعون کے ساتھ معارضہ کرتے۔ جس کی وجہ سے اُن نے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر آپؑ کو اُس شہر سے نکلنا پڑا کہ جو آپؑ کا مادری وطن تھا اور جہاں آپؑ نے اپنی زندگی کے مہ و سال گزارے تھے۔

لہذا آپؑ نے ایک دوسرے علاقے میں جا کر اپنی رسالت کی تبلیغ کی۔ اِسی طرح امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے وقت کے ظالم و بدکار کے خلاف قیام کیا اور اُس کی بیعت کی ٹھکرا دیا۔ آپؑ نے فرمایا:

إنا أهل بيت النبوة وموطن الرسالة ومهبط الوحي، ويزيد رجل فاسق شارب للخمر، قاتل للنفس المحترمة ومثلي لا يبايع مثله.

اہل بیت نبوت اور رسالت کا مقام اور نزول وحی کا مرکز ہیں۔ جب کہ یزید ایک فاسق، شراب خوار اور بے گناہ انسانوں کا قاتل ہے۔ میرے جیسا اُس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔

یہ انکار سبب بنا کہ آپؑ نے اپنا وطن مدینہ چھوڑا، مکہ اور حرم الٰہی سے جدا ہو کر اپنے پیغام کے لیے ایک دوسری سرزمین یعنی کربلائے معلیٰ کا انتخاب کیا۔

حسینؑ، وارث عیسیٰ روح اللہؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ اُنہیں بہترین مددگار اور ساتھ دینے والے ملے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے:

﴿فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: 52]

جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ وہ لوگ کفر اختیار کررہے ہیں تو بولے: اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہوگا؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

بعینہ یہ خاصیت امام حسین علیہ السلام کو بھی حاصل تھی۔ کیونکہ آپؑ کی آواز پر نہایت ہی چنیدہ اور مخلص ترین ساتھیوں نے لبیک کہا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا:

واللہ ما رأیت أصحاباً أوفی وخیراً من أصحابی ولا أهل بیت أبر وأوصل من أهل بیتی.

خدا کی قسم میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر صحابہ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اپنے خاندان سے زیادہ وفادار اور وفادار کوئی خاندان دیکھا۔

یہ برگزیدہ ہستیاں تھیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی حمایت کی۔ جب ہم امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں تو انہیں بھی سلام کرتے ہیں:

السلام علیك یا أبا عبد اللہ وعلی الأرواح التی حلت بفنائك وأناخت برحلك واستشهدت بین یدیك

اے ابوعبداللہ، سلامتی ہو آپ پر اور ان روحوں پر جو آپ کے پہلو میں فروکش ہیں۔ وہ آپؑ کے ساتھ یہاں ٹھہرے اور آپؑ کے سامنے شہید ہوئے۔

حسینؑ، وارث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چونکہ دین اپنی ابتداء کے اعتبار سے محمدیؐ اور اپنی بقاء کے اعتبار سے حسینیؑ ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین کی تبلیغ سے دست بردار ہونے کا کہا گیا تو آپؐ نے جواباً فرمایا:

واللہ لو جعلوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی أن أترك هذا الأمر ما ترکته

اللہ کی قسم! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو بھی اِس کام سے باز نہ آؤں گا۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت آواز بلند نہ کرتے تو دین ابتداء ہی میں ختم ہو جاتا۔

اِسی تناظر میں امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن خطاب میں فرمایا:

ألا وإن الدعی بن الدعی قد رکز بین اثنتین بین السلة والذلة، وھیھات منا الذلة، یأبی الله لنا ذلك ورسوله والمؤمنون، وجذور طابت وحجور طھرت وأنوف حمیة ونفوس أبیه أن تؤثر طاعة اللئام علی مصارع الکرام.

جان لوکہ بدکار باپ کے بدکار بیٹے نے مجھے دو میں سے ایک چیز کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ میں موت کو قبول کروں، یا بیعت کی ذلت کو برداشت کروں۔ جب کہ (سب پر عیاں ہے کہ) ذلت ہمارے قریب بھی نہیں آسکتی۔ نہ خدا یہ چاہتا ہے، نہ رسولؐ اور نہ ہی اہل ایمان اسے ہمارے حق میں قبول کرنے پر تیار ہیں۔ پاکیزہ اصلیں، طاہر آغوشیں، غیرت مند وجود اور خوددار انسان کمینوں اور پست لوگوں کی اطاعت پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔

اگر اُس وقت امام حسین علیہ السلام صدائے حق بلند نہ کرتے تو آسمانی رسالت ختم ہو جاتی اور تمام انبیاءؑ کی محنتیں بنی امیہ کی عیاشیوں کی نذر ہو جاتیں۔ تو جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں اسلام کے شجر کی آبیاری کی ۔ اِسی طرح اپنے خون سے اِس کی حفاظت فرمائی۔

حسینؑ، وارثِ امیرالمومنینؑ

امامِ اول مولا امیر المومنین علیہ افضل التحیۃ والسلام نے اپنی تبلیغ کا مرکز عراق کو بنایا۔ کیونکہ خدا نے آپؑ کے لیے اِسی جگہ کو منتخب کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ آپؑ نے اپنے دورِ حکومت میں اِسلامی دارالخلافہ کوفہ منتقل کیا اور اپنے مرقد و مدفن کے طور پر بھی اِسی خطے کو قبول کیا۔ کیونکہ آپؑ اَز جانبِ خدا اِن باتوں پر مامور تھے۔ اِسی طرح امام حسین علیہ السلام اپنی آوازِ حق بلند کرنے کے لیے اِسی علاقے کا انتخاب کیا۔ اور کربلائے معلیٰ میں آپؑ کا حرم بنا۔

اگر مولا علیؑ اور امام حسینؑ عراق نہ آتے تو یہاں تشیع کا وجود نہ ہوتا بلکہ شیعیت کا آغاز ہی اِسی خطے سے ہوا ہے۔ اور اُس کے بعد ایران، شام، لبنان، ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور دنیا کے مختلف گوش وکنار میں پھیلتی چلی گئی۔ اور اِس میں عراق اور ایران کے حوزاتِ علمیہ کا بہت اہم کردار رہا۔ اور

یہ سب مولا امیر المومنین علیہ السلام اور امام عالی مقام سید الشہداء علیہ السلام کے اِس خطبے میں منتقل ہونے کی برکت سے تھا۔

یوں امام حسین علیہ السلام انبیاءؑ، اوصیاءؑ اور رسولوںؑ کے وارث ہیں۔اور آپؑ نے ہر نبی اور ہر وصی سے خاص وراثت پائی ہے۔

تیسرا اشارہ: امام حسینؑ کے وصف میں عبادات کا ذکر

آپ امام عالی مقام علیہ السلام کی جو بھی زیارت پڑھیں۔اُس میں آپ کو یہ جملے متواتر ملیں گے:

أشهد أنك قد أقمت الصلاة وآتيت الزكاة وأمرت بالمعروف ونهيت عن المنكر، وجاهدت في الله حق جهاده.

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز قائم کی ہے، زکوٰۃ دی ہے، نیکی کا حکم دیا ہے اور برائی سے منع کیا ہے، اور خدا کے نام پر جس طرح اس کا حق ہے جہاد کیا ہے۔

اگرچہ بہت سے مومنین نماز ادا کرتے تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے اور نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے۔لیکن یہاں امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اِن باتوں کے دو معانی ہو سکتے ہیں:

پہلا معنی:

امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں امامت کی وہ صفات بدرجہ اَتم موجود ہیں۔جو قرآن کریم میں ذکر ہوئی ہیں۔جیسے خدائے ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾[الأنبياء: 73]

اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے نیک عمل کی انجام دہی اور قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے لیے ان کی طرف وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

لہذا زیارت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت کے جو اوصاف ذکر کیے ہیں۔ وہ مولا حسین علیہ السلام پر پوری طرح منطبق کر سکتے ہیں۔ آپؑ ہی نے نماز قائم کی، زکوٰۃ دی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا اور راہِ خدا میں کما حقہ جہاد کیا۔

دوسرا معنی:

نماز قائم کرنا، نماز پڑھنے سے مختلف ہے۔ اب بظاہر بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن نماز کو قائم کرنے والے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ نماز ہر صاحبِ تقویٰ کے لیے وسیلۂ تقرب ہے۔ نماز خدا کی طرف روحانی اور قلبی معراج کا نام ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس سے خدا اپنے خالص بندوں کو متصف کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ مومنون کی ابتداء میں ارشاد ہے:

﴿قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُونَ الَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُونَ﴾

بالتحقیق وہ مومنین کامیاب ہوئے کہ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ [المؤمنون: 1-2]

اصل نماز وہی ہے کہ جو قائم کی جائے۔ ایسی نماز عام نماز سے مختلف ہوتی ہے۔ جو ہر انسان ادا کرتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے نماز کو قائم کیا اور اُسے اعلی درجے کا قیام بخشا، زکوٰۃ ادا کی اور اُسے اعلیٰ درجے پر ادا کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا تو اُسے بھی کمال کے درجہ پر پہنچایا۔

چوتھا اشارہ: ثاراللہ

ثار، اُس خون کو کہا جاتا ہے کہ جو ظلم کر کے بہا دیا جائے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام ہی ثاراللہ ہیں۔ تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپؑ کے خون کا ولی اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسے امیر المومنین علیہ السلام کا خدا کی دیکھنے والی آنکھ، سننے اور یاد رکھنے والا کان اور مخلوق پر (رحمت سے) پھیلا ہوا ہاتھ ہیں۔ ایسے امام حسین علیہ السلام ثاراللہ ہیں۔ یعنی آپؑ کے خونِ پاک کی نسبت خدائے ذوالجلال کی طرف ہے اور وہی اُس کا حساب لے گا۔ واضح رہے کہ یہ نسبت حاکمیت کے اعتبار سے نہیں، بلکہ ولایت کے اعتبار سے ہے۔

حکومت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ حکومت کی نسبت ہر خون میں موجود ہوتی ہے۔یعنی جو بھی خون بے گناہ بہایا جائے اُس کا حاکم اور فیصلہ سنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔اور یہ کسی ایک بندے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جو بھی خون ظلم کے ساتھ اور بے گناہ طور پر بہایا جائے اُس کا فیصلہ خدا فرمائے گا ۔اور یہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں۔

بلکہ یہاں جو امام حسین علیہ السلام کے خون کی خدا کی طرف نسبت ہے۔ وہ ولایت کی نسبت ہے۔یعنی امام حسین علیہ السلام کے خون پاک کا قصاص خداوند متعال لے گا۔آپؑ کے خون کا وارث کوئی انسان معین نہیں ہے۔ بلکہ خداوند سبحان آپؑ کے خون کا ولی اور وہ اپنے خلیفۂ برحق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ذریعہ آپؑ کا انتقام لے گا۔

اِسی لیے ہم زیارت عاشورا میں پڑھتے ہیں:

اللهم اجعلنا ممن يأخذ بثاره مع إمام مهدى ظاهر ناطق بالحق منكم صلوات الله وسلامه عليكم أهل بيت النبوة

اے اللہ! ہمیں اُن میں سے قرار دے کہ جو امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف میں رکاب میں امام مظلومؑ کا انتقام لیں۔

زیارت میں آگے کے کلمات والوتر الموتور ہیں۔ وتر کے واؤ پر زبر اور زیر دونوں حرکتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔اور اِس کے دو معانی ہیں:

(۱) ایسا یکتا اور منفرد جس کی مثال نہ ہو۔امام حسینؑ مظلومیت میں اپنی مثال آپ ہیں ۔کیونکہ جس طرح آپؑ پر ظلم کیا گیا ایسے کسی اور پر نہیں کیا گیا۔لہذا آپؑ مظلومیت میں منفرد و عدیم المثال ہیں۔

(۲) ظلم ۔ ہر وہ ظلم جس کا انتقام نہ لیا جائے اور جس کے قصاص کا مطالبہ نہ کیا جائے وہ وتر کہلاتا ہے۔اور جہاں تک امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت کی بات ہے کہ اب تک اِس کا انتقام نہیں لیا جا سکا اور نہ اِس کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا۔اور یہ اِس طرح ہوگا یہاں تک کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ

الشریف کاظہور پرنور ہوجائے۔

جو وتر ہے وہی موتور ہے۔ موتور اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کا ساتھی مار دیا جائے اور وہ انتقام نہ لے سکے۔ اور امام حسین علیہ السلام اہل بیت اور جگر گوشوں کو شہید کیا گیا مگر آپؑ نے اُن کی انتقام نہیں لیا۔ لہذا وتر بھی آپؑ ہیں اور موتور بھی آپؑ ہیں۔

پانچواں اشارہ: ظالموں پر لعنت ونفرین

لعن الله أمة قتلتك، ولعن الله أمة ظلمتك، ولعن الله أمة سمعت بذلك فرضيت به

''اے مولاؑ! خدا اُس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپؑ کو شہید کیا، خدا اُس گروہ پر لعنت کرے جس نے آپؑ پرؑ ظلم کیا اور خدا اُس گروہ پر بھی لعنت کرے جس نے آپؑ کی مظلومیت کے بارے میں سنا اور اُس پہ راضی رہا۔''

لعنت کرنا قرآنی اُصول ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم کی پچیس سے زیادہ آیات میں ہوا ہے۔ لعن، یعنی ظلم اور ظالموں سے برأت اختیار کرنا۔ ایمان دوستونوں پر قائم ہے: ولایت اور ظالموں و دشمنان اہل بیتؑ سے برأت ولاتعلقی۔ ظالموں پر لعنت کے حوالہ سے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

''جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (سورۃ ہود:۱۸)

سورۃ الاحزاب میں ارشاد پروردگار ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ الأحزاب: 57]

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

وقوله: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ [البقرة: 159].

جولوگ ہماری نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم کتاب میں انہیں لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر چکے ہیں، تو ایسے لوگوں پر اللہ اور دیگر لعنت کرنے والے سب لعنت کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ زیارت میں جو الفاظ آئے ہیں: تو اِس سے مراد ساری اُمت نہیں۔ کیونکہ لفظ اُمت کا اطلاق جماعت پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ تم ایک ایسی اُمت ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے اور اَمر بالمعروف کرے۔ لہذا ہم بھی جو لعنت کرتے ہیں وہ اُمت کے گروہ پر کرتے ہیں کہ جس نے اہل بیتؑ ظلم و جور کی بنیاد رکھی، جس نے اہل بیتؑ کو خدا کے دیے ہوئے مقام و مرتبہ سے ہٹایا اور جس نے اہل بیتؑ کو اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے شہید کیا۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(06)

حُسینؑ منی وانا من حُسینؑ

دعوتِ نبویؐ اور دعوت حسینیؑ میں یکسانیت

ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسینٌ منی و أنا من حسین، أحب الله من أحب حسینا، حسین سبط من الأسباط

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔۔

بخاری نے اپنی صحیح میں، حاکم نے المستدرک میں اور متقی ہندی نے کنز العمال میں اس حدیث کو بعض الفاظ میں معمولی فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جیسے:

حسین منی و أنا منه (حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں،

یا: حسین سبط من الأسباط حسینؑ اسباط کا ایک سبط ہے،

یا: الحسن والحسین سبطان من الأسباط حسنؑ اور حسینؑ اسباط میں سے دو اسباط ہیں۔

یہ حدیث بنیادی طور پر پیغمبر اکرم (ص) اور حسین (ع) کے درمیان ہم آہنگی اور محبت کی حد کی نشاندہی کرتی ہے۔

لیکن اس حدیث میں ایک دقیق معنی ہے جس پر حدیث کا یہ جملہ دلالت کرتا ہے: اور میں حسین سے ہوں۔

حدیث مبارکہ کے اِس جملہ کا مطلب واضح ہے کہ حسین مجھ سے ہے۔یعنی حسین میرا بیٹا ہے، حسین میرا جزو ہے۔

لیکن جہاں تک یہ جملہ ہے: **وأنا منه** اور میں اس سے ہوں، یا **وأنا من حسين** اور میں حسین سے ہوں۔اس سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ امام حسینؑ اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ایک ہے۔ یہ معنی ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے جن میں یہ لفظ ذکر ہوا ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي

تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اِس حدیث کی روشنی میں دینی احکام کی تبلیغ کے سلسلہ میں مولا علی علیہ السلام کو وہی نسبت ہے۔ جو جناب ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور احکامِ الٰہیہ کے مبلغ تھے۔

لیکن اِس تشبیہ کے باوجود حدیث نے جناب ہارونؑ اور مولا امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان ایک فرق رکھا ہے۔اور وہ یہ کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے جب کہ مولا علیؑ نبی نہیں۔کیونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

حجۃ الوداع کی مناسبت سے بھی ترمذی، احمد اور دیگر آئمہ حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

علي مني وأنا من علي لا يؤدي عني إلا أنا أو أنت

علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔میری فرائض میں ہی انجام دے سکتا ہوں۔یا میری طرف آپؑ انجام دے سکتے ہیں۔

اِس حدیث میں بھی **علی منی** سے مولا علیؑ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اور **وھو منه** اِس مطلب کو ظاہر کرتا ہے کہ مولا امیرؑ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت

ایک ہے۔ مولا علیؑ خدا کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کو انجام دیتے ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ مولا امیرؑ نہ نبی ہیں اور نہ آپؑ پر وحی آتی ہے۔ مگر آپؑ کا مقام یہ ہے کہ آپؑ الٰہی فریضے کو انجام دیتے ہیں۔

اِسی کی روشنی میں جب ہم آیتِ تطہیر کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ نہ نبی ہیں اور نہ ہی اُن پر وحی آتی ہے۔ لیکن اِس کے باوجود وہ ہر رجس سے پاک اور معصوم ہیں۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے خدا کا دین پہنچاتے ہیں۔ اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معنی آیتِ اولی الامر بھی واضح ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت کرو کہ جو تم میں سے ہیں۔

پہلے خدا نے فرمایا: اطیعوا اللہ، پھر فرمایا: واطیعوا الرسول۔ یہاں اطاعت کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی خدا کی اطاعت کہ جو قرآنی آیات کے مطابق عمل کرنے سے انجام پاتی ہے۔ اور دوسری رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے کہ جو قرآن کی تفسیر و تفصیل اور توضیح کی بابت آپؐ کے فرامین و ارشادات پر عمل کرنے انجام پاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں بہت سی باتیں مجمل ہیں۔ جن کی وضاحت احادیث میں کی گئی ہے۔

مثلاً قرآن میں ہے کہ نماز قائم کرو۔ لیکن کیفیت کا ذکر نہیں کہ کس طرح قائم کرنی ہے۔ تو اِس کی وضاحت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی کہ نماز کا طریقہ کار کیا ہے۔ اِسی طرح قرآن میں روزے کا حکم موجود ہے۔ مگر اُس کی کیفیت اور طریقہ کار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ اِس فریضہ الٰہیہ کی یہ حدود و قیود ہیں۔ یہی صورتِ حال حج اور دیگر شرعی احکام کی ہے۔

یعنی قرآن اجمالی حکم ہوتا ہے اور اُس کی تفسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بیان کی جاتی ہے۔ اب آیتِ کریمہ میں غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں **و اولی الامر منکم** کہا۔ و

اطیعوا اولی الامر منکم نہیں کہا۔ اِس کی علت یہ ہے کہ اولی الامر کی اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا جزو ہے۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔یعنی امام نہ کوئی نیا حکم دیتا اور نہ ہی کسی سابقہ حکم کو منسوخ کرتا ہے۔ بلکہ اُس کی ذمہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تبلیغ کرنا ہوتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا حسین علیہ السلام کا پیغام ایک ہے؟

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ حسین منی و أنا من حسین حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں تو اِس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان بہت ہی گہری مناسبت ہے۔اور یہاں ایک دقیق مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی دعوت بالکل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ہے۔

یہ مطلب اس نکتے کی عکاسی کرتا ہے جو میں نے پچھلے موقع پر اٹھایا تھا، جو کہ شیعہ اور باقی اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی فرق ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ فرق یہ ہے کہ: رسول کے بعد حکومت کون کرے گا؟ کیا وہ امام علی علیہ السلام ہیں یا ابوبکر؟ ہم نے کہا کہ یہ فہم غلط ہے، لیکن شیعوں اور باقی اسلامی فرقوں میں فرق یہ ہے کہ: رسول اللہ (ص) کے بعد ہم اسلام کس سے لیں؟ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول کے بعد ہم نے اسلام کو قرآن اور اہل بیت سے لیا ہے۔

اس کی تائید حدیث ثقلین سے ہوتی ہے: میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔خدا کی کتاب اور میری عترت و میرے اہل بیتؑ۔ یہ اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پہ نہ آ جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث میں ہے:''جب تک تم ان پر قائم رہو گے گمراہ نہیں ہو گے'' کیونکہ قرآن اور اہل بیت کی پابندی گمراہی سے محفوظ ہے۔ شیعوں اور باقی اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی فرق یہ نہیں ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون حکومت کرے گا۔ کیونکہ یہ ایک وقتی مسئلہ ہے ۔ بلکہ اہم اور ضروری مسئلہ یہ ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِسلام کس سے لیں؟

اس فہم کی بنیاد پر ہم امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کے اہداف کی طرف بڑھتے ہیں۔تو آپؑ کے انقلاب کے دو اہم مقاصد ہیں:

پہلا ہدف:

امام عالی مقامؑ کا پہلا ہدف اصلاحی اور سیاسی تھا۔ یعنی امام حسینؑ اپنے مبارک انقلاب میں، اسلامی ریاست کے لیے اصلاحی کام انجام دینا چاہتے تھے جو ان کے دور کے مطابق تھا۔امام حسینؑ اپنے انقلاب سے چاہتے کہ اِسلامی ریاست کے لیے اصلاحی کام انجام دیں۔اور یہ انقلاب اُس وقت کے سیاسی حالات کا تقاضا تھا۔چنانچہ آپؑ نے اپنا دستورالعمل یوں ارشاد فرمایا:(میں شرارت یا تکبر کے لیے نہیں نکلا، بلکہ میں اپنے نانا کی اُمت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں۔میں نیکی کا حکم دینا چاہتا ہوں اور برائی سے منع کرنا چاہتا ہوں۔)

دوسرا ہدف

یہ اس اولین مقصد سے بڑا اور عظیم مقصد ہے جو کہ اُمت کو دعوت دینے اور اہل بیت (علیہم السلام) کی طرف لوٹا کر اسلام کو اپنانے کے لیے کافی ہے۔اِس سے قبل مولا امیرؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اپنے زمانے کے خلفاء اور اُس کے پیروکاروں کو کھلا موقع دیا۔(تاکہ پوری طرح اتمام حجت ہو جائے۔)

اول اول یہ سلسلہ پہلے خلیفہ، پھر دوسرے خلیفہ، پھر تیسرے خلیفہ اور اس کے بعد معاویہ کی آمد سے شروع ہوا۔اب نتیجہ یہ نکلا کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کے دور میں اپنا انقلاب برپا کیا تاکہ لوگوں کو اہل بیتؑ کی موجودگی کی ضرورت سے آگاہ کیا جائے۔تاکہ وہ ان خلفاء سے اسلامی تشخص واپس کر لے۔جب کہ خلفاء خود بھی اِس بات کا اقرار کر چکے تھے۔اور یزید جیسے کرسئ خلافت پر مسلط ہو گئے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام حسینؑ کے بعد آنے والا آئمہ طاہرینؑ نے دو چیزوں کو اپنا محور بنایا:

۱۔پہلی بات یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کو عام کیا جائے۔تاکہ لوگوں پر حجت تمام

ہوجائے۔اوراُس کے بعداسلام کی تبلیغ کی جائے۔

لہذا امام سجادؑ، امام باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے لے کر امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف تک سب آئمہؑ نے اِسلام کی تبلیغ پر زوردیا اور عقائد، احکامِ شریعت، احادیث اور دیگر اسلامی مفاہیم لوگوں تک پہنچائے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کو زندہ رکھنے اور آپؑ کا ماتم وعزاداری کے حوالہ سے بھرپور تاکید کی۔

۲۔امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں خدائی عدل وانصاف کی ریاست کے قیام کے لیے مختلف سطحوں پر حالات اور ماحول کو تیار کرنا ہے۔

مجلس کیا ہے؟

آنے والے دنوں میں ہم عاشورا کا استقبال کریں گے۔اور میں اس حسینی مجلس کی تعریف کرنا چاہوں گا کہ حسینی مجلس سے کیا مراد ہے؟ آپ سب مومنین سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اِس تعریف میں غوروفکر کریں گے:

مجلسِ حسینیؑ سے مراد اُمت کا معصومؑ یا اُس کے نائب کی قیادت میں بہترین لیڈرشپ کے لیے ایک تاریخی تحریک اُٹھانا۔تاکہ انقلابِ حسینیؑ برپا کیا جاسکے۔۔حسینی مجلس میں تین محور شامل ہیں جو قوم کو حرکت دیتے ہیں: (حسینی منبر، جلوسِ عزا، اور زیارت)۔

ان تمام محوروں کی بنیاد اہل بیت علیہم السلام نے رکھی ہے۔لہذا وہ لوگ جنہوں نے منبر کو قائم کیا وہ اہل بیتؑ ہیں۔جنہوں نے جلوسِ عزا شروع کیے وہ اہل بیتؑ ہیں اور جنہوں نے زیارت کی تاکید کی وہ بھی اہل بیتؑ ہیں۔

اِس تعریف میں غوروفکر کے نتیجے میں ہم یہ بات سمجھتے ہیں کہ مجالس حسینیہؑ میں دو چیزوں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے:

ا۔ پہلا معاملہ: اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے کو مضبوط کرنا، حسینی مجلس کا یہ پہلا پیغام ہے کہ اُمت میں خطِ اہل بیت راسخ کیا جائے۔جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب کا مرجع اور نمونہ عمل

ہیں: (بے شک تمہارے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت ہی اچھا نمونہ عمل موجود ہے۔ (اور یہ ہر اُس شخص کے لیے ہے کہ) جو اللہ اور روزِ آخرت کی اُمید رکھتا ہو۔

اِس لیے اہل بیتؑ کی اتباع ہی روحانی اور معنوی کمالات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور یہی دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

۲۔ سابقہ تعریف کی روشنی میں ہمیں مجلس حسینیؑ سے دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں اِسلام کی فکر رائج ہو جاتی ہے ہم نے مجلس کو امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کے اہداف کے حصول کے لیے قیادت کی تاریخی تحریک قرار دیا ہے۔

یہ مجالس معاشرے کے حالات کو خدا کی طرف لے جاتی ہیں اور معاشرے کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حالات کی رہنمائی کرتی ہیں۔ ایک اسلامی قیادت کے ساتھ اسلامی تصورات کے ذریعے اس معاشرے کو بتدریج خدا کی طرف اور خدائی انصاف کی طرف بڑھانا ہے۔

لہٰذا مجلسِ حسینیؑ ہر وقت اور ہر جگہ معاشرے میں اصلاحی مقاصد رکھتی ہے اور جلوس کے ذریعے ہم تمام معاشرتی مسائل کو اسلامی طریقے سے حل کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس معاشرے کو اسلام اور اس کے اصولوں اور اہداف کی طرف آگے بڑھایا جائے تا کہ امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادلانہ حکومت کا قیام عمل میں آسکے۔

اِس لیے ہمیں چاہیے کہ مجالس حسینیہؑ کے بارے میں اپنے طرزِ عمل اور قیادت وارادت کے حوالہ سے درج ذیل اقدامات اٹھائیں:

پہلا نقطہ: جملہ شرعی احکام کی پابندی کرنا۔ جلوسوں میں شرعی احکام کی مکمل تعمیل اور جانچ پڑتال، اور اپنے آپ کو کوئی ایسا عمل متعارف کرانے کی اجازت نہ دینا جو شرعی احکام کے خلاف ہو۔ کیونکہ یہ عمل مجالس کے اہداف اور مشن کے خلاف شمار ہوگا۔

دوسرا نکتہ: اسلام کی روشن تہذیبی تصویر کا اظہار کرنا اور اس پہلو میں سب سے آگے مومنین کے درمیان محبت اور اتحاد کو برقرار رکھنا اور تفرقہ سے بچنا ہے۔ یقین جانو کہ امام حسین علیہ السلام آپس میں

اتحاد کا حکم دیتے ہیں اور تفرقہ ڈالنے کا نہیں۔قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ آپس میں جھگڑا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ آپ ہمت ہار جائیں اور آپ کی طاقت ختم ہو جائے۔

لہذا امام حسین علیہ السلام کے نام پر اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔کیونکہ اہل بیتؑ ملانے اور مٹانے کی بات کرتے ہیں۔اور شر کو ہوا دینے والوں کو پسند نہیں کرتے۔اِس لیے ہم پر واجب ہے کہ ذاتی خواہشات و مفادات سے بالاتر ہو کر مقاصدِ حسینیہؑ کو اپنی فکر کا محور بنائیں۔

یہ ایک پہلو ہے اور دوسری طرف اب فقہا میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ قمہ زنی واجب ہے، لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، اور اس پہلو میں سب سے اعلیٰ درجہ یا جو چیز سب سے زیادہ اٹھتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ پسندیدہ ہے۔کوئی نہیں کہتا کہ یہ واجب ہے، بلکہ جائز ہے۔استدلال کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو اسے مباح کہتے ہیں، ان کے برخلاف جو کہتے ہیں کہ حرام ہے۔

اگر ہم ان دو اقوال: مستحب اور ممانعت پر یقین رکھتے ہیں، تو کیا وہ شخص جو خدا کی عبادت کرتا ہے اور خدا کے لئے مخلص ہے کیا اُسے ایک ایسا عمل انجام دینا چاہیے کہ جسے بعض مستحب اور بعض حرام کہتے ہیں؟ کیا وہ اسے کرے یا چھوڑ دے؟! کیا وہ شخص جو خدا کی عبادت میں مخلص ہے یہ کام کرے یا چھوڑ دے؟ (یعنی فتاوی کے اختلاف کو بیناد بنا کر آپس میں تفریق پیدا نہیں کرنی چاہیے۔)

تیسرا نکتہ: رہبر معظم علی خامنہ ای کا ایک فتویٰ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ کام حرام ہے، اور خواہ ہم فقہی، فکری یا سیاسی طور پر امام علی خامنہ ای سے متفق ہوں یا ان سے اختلاف کریں، آج وہ شیعہ اسلامی سیاسی علامت کی نمائندگی کرتے ہیں۔بین الاقوامی میدان میں سید علی خامنہ ای کی طاقت کو توڑنا یہ اسلام کی قوت کو ختم کرنا ہے۔اس کا زمین پر اسلام کی حیثیت اور وقار پر منفی اور نقصان دہ اثر پڑتا ہے۔

ہر وہ مومن جو خدا کا وفادار ہے-اس سے خود کو دور رکھتا ہے، چاہے وہ سید علی خامنہ ای سے متفق ہو یا ان سے فقہی، سیاسی یا فکری طور پر اختلاف رکھتا ہو۔مجھے امید ہے کہ اس مسئلے پر غور کیا جائے گا۔ یہ نکتہ اسلام کے روشن امیج کو برقرار رکھنے یا اس کے اظہار کے حوالے سے آیا ہے۔کیونکہ یہ اسلام

کے روشن تہذیبی تشخص کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ نیز اس کے اور بھی پہلو ہیں جو پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔

آخری نکتہ: ہم اپنے ساتھی مبلغین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حدیث یا اسلامی عقائد، فقہ اور اخلاق کی تحقیق میں دلچسپی کے ساتھ ساتھ اہل بیت علیہم السلام کی خالص سیرت کی تحقیق میں بھی توجہ دیں۔ مقامی، سماجی، ثقافتی اور معاشی مسائل کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور اُن کا حل علمی انداز میں پیش کریں۔ نہ جاہلانہ اور غیر حکیمانہ طریقے سے۔

مبلغین کو ان مسائل پر بات کرنے سے پہلے ماہرین سے مشاورت، یا اپنے موضوع سے متعلقہ کتابوں سے استفادہ کر لینا چاہیے۔ ایسے اور عمومی مسائل کا حل سطحی اور محدود دائرے میں رہ کر نہیں پیش کرنا چاہیے۔ بلکہ ضروری ہے کہ مسائل کا حل بالکل علمی اور منطقی انداز میں پیش کیا جائے۔ برائی کو ختم کرنے کے لیے غلط اقدام موجودہ دور میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سبب بن سکتا ہے۔ جب کہ ہم نہایت حساس دور سے گزر رہے ہیں۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(07)

شرح زیارت(1)

مقدمہ

خدائے بزرگ و برتر نے امام حسین علیہ السلام کوایک خاص مقام یہ دیا کہ اسلام کی بقا کوان کی شہادت اوراُن کے پاکیزہ خون کے ذریعہ محفوظ بنایا۔لہذا اِسلام اپنے وجود کےاعتبار سے محمدیؐ جب کہ اپنی بقاء کے اعتبار سے حسینیؑ ہے۔اور یہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے معانی میں سے ایک ہے: حسینؑ مجھ سے ہےاور میں حسینؑ سے ہوں۔

اسی لیے تمام اسلامی مناسبتوں پرحسین علیہ السلام کی زیارت پرخصوصی تاکید کی گئی ہے۔بلکہ یہ اسلامی مناسبتوں کا سب سے افضل اور پسندیدہ عمل ہے۔معصومین علیہم السلام کی طرف سے مستقل اور ہمیشہ امام حسین علیہ السلام یادرکھنے کی تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اگر حسین علیہ السلام نہ ہوتے تو اسلام کا فقط نام رہ جاتا۔چہ جائیکہ اسلامی مناسبتوں کو یادرکھا جاتا۔

ایسے موقعوں پرامام عالی مقامؑ کی یادمنانے کا مقصداطاعت اورعبادت کے ذریعے خدا کاقرب حاصل کرنا ہے۔اورامام حسین علیہ السلام خدا کے قریب ہونے کا تیزترین ذریعہ ہیں اوراگر وہ نہ ہوتے تو یہ عبادتیں بھی نہ ہوتیں۔جن کے ذریعے ہم خدا کاقرب حاصل کرسکتے۔

امام حسین علیہ السلام تمام انبیاءؑ اوراولیاءؑ کے وارث ہیں۔سیرت مصطفویؐ،مرتضائیؑ،فاطمیؑ اور حسنیؑ کاتسلسل ہیں۔اورنومعصوم اماموںؑ کے باباہیں۔جب ہم امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں۔تواِن تمام ہستیوں سے اپنی بیعت کااظہارکرتے ہیں۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی قیادت میں اہل حق کو باطل پر جوآخری فتح نصیب ہوگی۔وہ

بھی ’’یالثارات الحسینؑ‘‘ کے نعرے کے ساتھ ہوگی۔لہذا اگر آپ حسینیؑ نہیں تو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لشکر میں بھی شامل نہیں ہوسکتے۔

حسین علیہ السلام کی بہت سی زیارتیں نقل ہوئی ہیں۔اور شاید ہی کوئی اسلامی موقع ایسا ہو جس میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت وارد نہ ہوئی ہو۔لیکن ان میں سب سے اہم خصوصیات کی حامل زیارت عاشورا ہے۔ بلکہ تمام مناسبتوں پر زیارتِ عاشورہ ہی تلاوت کی جاسکتی ہے۔اور یہی اُس زیارت کا امتیاز ہے۔

زیارت عاشورہ کی اہمیت

اس زیارت کی عظمت اور اہمیت کو ظاہر کرنے والے کئی نکات حسب ذیل ہیں:

زیارت کی سند پر غور کیا جائے تو یہ امام معصومؑ کی سند سے منقول ہے۔اور امام باقر علیہ السلام نے عاشورہ کے روز اس کی کی تاکید فرمائی ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے علقمہ الحضرمی سے فرمایا: اور اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو ہر روز اپنے گھر میں اس زیارت کی تلاوت کیا کرو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص عاشورا یا غیر عاشورا کے موقع پر اِس زیارت کو پڑھے تو اُسے دو ہزار حج، دو ہزار عمرے اور دو ہزار دفعہ جہاد پر جانے کا ثواب ملتا ہے۔ جو کہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ انجام پائے ہوں۔ نیز امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر وہ یہ سب اعمال انجام دیں تو اُن کے اجر کا میں ضامن ہوں۔

اِس مقدمہ سے ہمیں درج ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

۱۔ یہ زیارت امام معصومؑ سے مروی ہے۔

۲۔ معصومؑ نے اس زیارت کی تلاوت کرنے کی تاکید کی ہے۔

۳۔ جو شخص اِس زیارت کی تلاوت کرے اُسے بہت زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے۔اور امام محمد باقر علیہ السلام نے خود اُس کی ضمانت لی ہے۔

المختصر معصومؑ اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں بولتا ہے اور نہ اُس کا فعل عبث و حکمت سے خالی ہوتا

ہے۔اُس کا قول و فعل حجت ہوتا ہے۔لہذا مذکورہ بالا روایت زیارتِ عاشورا کی اہمیت ،عظمت ، خصوصیت اورنہایت ہی مؤثر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

جب عظیم علماء ومشائخ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جوعوامل مشترک ہیں ان میں عاشورہ کی مسلسل تلاوت اور مومنین کو اس زیارت کی مسلسل تلاوت کرنے کی تاکید کرنا ہے۔

اور واضح ہونا چاہیے کہ ایسے عظیم المرتبت علماء کی طرف اِس کی تاکید بلاوجہ نہیں۔بلکہ یہ ترغیب و تحریص علم اور معنویت کی بنیاد پر ہے۔امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ اپنی مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود روزانہ صبح کی نماز کے بعد زیارت عاشورہ پڑھتے اور لعنت اور سلام کا باقاعدہ سو بار تکرار کرتے۔

یہی معمول عارف سماحۃ الشیخ تقی بہجت علیہ الرحمۃ کا تھا۔وہ بھی بعد از نمازِ فجر بڑی رغبت کے ساتھ زیارت عاشورا پڑھتے اور سوسو دفعہ سلام ولعنت کا تکرار کرتے۔

اسی طرح حضرت آیت اللہ العظمیٰ یعقوبی (دام ظلہ) نے بہت سے مواقع پر اِس کی تاکید کی ہے۔اور شاید ان عظیم فقہاء کرام کی روزانہ صبح کی نماز کے بعد زیارت کرنے کا شوق دن کے آغاز کے لیے ہے۔تاکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ وارثِ انبیاءؑ و اولیاءؑ امام حسینؑ کے ساتھ محبت اور شیاطین و ظالمین کے طریقے پر چلنے والوں سے برات کا اعلان کریں۔

زیارت کا پہلا پیراگراف:

اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يا اَبا عَبْدِاللهِ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ رَسُولِ اللهِ اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ اَميرِ الْمُؤْمِنينَ وَابْنَ سَيِّدِ الْوَصِيّينَ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ فاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِساءِ الْعالَمينَ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يا ثارَ اللهِ وَابْنَ ثارِهِ وَالْوِتْرَ الْمَوْتُورَ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ وَعَلَى الأَرْواحِ الَّتى حَلَّتْ بِفِنائِكَ عَلَيْكُمْ مِنّى جَميعاً سَلامُ اللهِ اَبَداً ما بَقيتُ وَبَقِيَ اللَّيْلُ وَالنَّهارُ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولا امیر المومنینؑ اور جنابِ سیدہؑ کا ذکر

زیارت کی ابتداء امام حسین علیہ السلام پر سلام سے ہوتی ہے۔اور اِس کے ساتھ یہ اشارہ بھی مقصود ہے کہ آپؑ کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولا امیر کائناتؑ اور جناب سیدہؑ کے ساتھ ہے۔ یہ صرف آپؑ کے اِن ذواتِ قدسیہؑ کے ساتھ نسبی تعلق کی طرف اشارہ نہیں۔کیونکہ یہ تو سب جانتے ہیں ۔اگرچہ یہ بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے۔

لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ حسین علیہ السلام ان عظیم ہستیوں کا تسلسل ہیں۔آپؑ ولایت، عند اللہ مقام، حسن اخلاق، عصمت، علم اور دیگر فضائل کے حامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی پرورش کی آپ کے پہلے استاد تھے۔اور آپؑ نے اپنی زندگی کے ابتدائی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں گزارے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

أَدَّبَنِی رَبِّی فَأَحسَنَ تَأْدِیبِی

''میرے رب نے علم وحکمت سے آراستہ کیا اور میری بہت اچھی تربیت کی۔''

تو امام حسین علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اخلاق الہیہ کی تربیت حاصل کی۔ لہذا امام حسین علیہ السلام عالمین کے لیے خدا کی رحمت ہیں۔جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی عالمین کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشورا اپنے فرزند علی اکبر (علیہ السلام) کے بارے میں فرمایا:

أشبهُ الناس خَلْقاً وخُلُقاً ومنطقاً بِرَسُولِكَ

''سب لوگوں سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صورت و اخلاق اور لب میں لہجے میں شباہت رکھنے والا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درجہ امام حسین علیہ السلام کے معصوم فرزندوں کو بھی شامل ہے۔اگر شہزادہ علی اکبرؑ کا مقام یہ ہے تو پھر امام حسین علیہ السلام کا مقام کیا ہوگا؟!

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور

ہرحوالہ سے آپؑ کا تسلسل ہیں ۔یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے مولائے کائناتؑ کی آغوش میں وہ تربیت پائی کہ جو آپؑ کے بلند اخلاق اور مردانگی میں نمایاں ہے۔جیسا کہ اِس سے آپؑ کے دشمنوں کا اخلاق بھی سب سے واضح ہوجاتا ہے۔

اِس کے بعد امام حسین علیہ السلام جنابِ سیدہؑ کے لعل ہیں۔جو کہ عالمین کی عورتوں کی سردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھول و جزو ہیں۔جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: فاطمہ میرا جزو ہے۔یعنی آپؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ ہیں۔گویا آپؑ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کی روح ایک ہے۔آپؑ مولا علیؑ کی ہم سر اور کوثرِ الٰہی ہیں۔آپؑ ام الحسنینؑ بننے سے پہلے ام ابیہا ٹھہری ہیں۔یعنی امام حسین علیہ السلام نے اُس گود میں پرورش پائی۔جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ گاہ تھی۔

کیا مولا حسینؑ کے لیے یہ کم فخر کی بات ہے کہ آپؑ اُس بی بیؑ کے فرزند ہیں۔جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتری کے طعنوں سے نجات ملی۔وہ بی بیؑ کہ جو شجرۂ نبوت وامامت میں اتصال کا مرکز ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے اِنسان کا ماحول اور گھرانہ اُس کی شخصیت پر بہت زیادہ اَثر انداز ہوتے ہیں۔تو امام حسین علیہ السلام نے ایسے نورانی ماحول اور تربیت گاہ میں پرورش پائی۔

نتیجہ: زیارت کے شروع میں پیغمبر اکرم (ص)، مولا علی (ع) اور جنابِ سیدہ (س) کا جو ذکر ہوا ہے ۔اُس کے اسباب یہ ہیں:

- امام حسین علیہ السلام کے نسب کی وضاحت، جو کہ حسین علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔
- امام حسین علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی صفات اور اخلاق کی وضاحت کرتے ہوئے اس مکتب کی نشاندہی کرنا جس سے ان کا تعلق ہے۔

اہم نکتہ:

زیارت کے آئندہ پیراگرافوں میں دوسرے لشکر اور اُس کے قائدین کے نسب کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔جس سے ہمیں اُن کی صفات اور اخلاق کے بارے میں پتہ چلے گا۔اِس سے ہمارا مقصد مزید واضح ہوجائے گا۔

امام حسین علیہ السلام پر حملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،علی علیہ السلام اور جناب سیدہؑ پر حملہ ہے۔ جو گھوڑے مولا حسینؑ پر دوڑائے گئے تو وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن نازنین پر دوڑائے گئے۔ یہ ہمارے لیے اِس مصیبت کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے، جس کا اظہار اسی زیارت میں ایک ایسی مصیبت کے طور پر کیا گیا جو اسلام اور تمام آسمانوں اور زمین میں سب سے بڑی اور عظیم تر ہے۔

حسین علیہ السلام کا اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنا درحقیقت تمام خوبیوں کا تمام برائیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔

دوسرا پیراگراف:

يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ وَجَلَّتْ وَعَظُمَتِ الْمُصِيبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَعَلٰى جَمِيعِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَجَلَّتْ وَعَظُمَتْ مُصِيبَتُكَ فِي السَّمَاوَاتِ عَلٰى جَمِيعِ اَهْلِ السَّمَاوَاتِ، فَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً اَسَّسَتْ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ وَاَزَالَتْكُمْ عَنْ مَرَاتِبِكُمُ الَّتِي رَتَّبَكُمُ اللّٰهُ فِيهَا، وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكُمْ وَلَعَنَ اللّٰهُ الْمُمَهِّدِينَ لَهُمْ بِالتَّمْكِينِ مِنْ قِتَالِكُمْ، بَرِئْتُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَمِنْ اَشْيَاعِهِمْ وَاَتْبَاعِهِمْ وَاَوْلِيَائِهِمْ

مصیبتِ عظمیٰ

امام حسین علیہ السلام کے قتل کی مصیبت معنوی اور مادی جہتوں میں بہت بڑی ہے۔ امام حسین علیہ السلام چونکہ تمام انبیاء واولیاءؑ کے فضائل کے وارث تھے۔ اِس لیے جنہوں نے آپؑ کو شہید کیا اُنہوں نے تمام انبیاءؑ والیاءؑ کے قتل کا گناہ اپنے سر لیا۔ امام حسین علیہ السلام زمین پر خدا کا اسم اعظم اور اُس کے خلیفہ ہیں۔ آپؑ کی جنگ خدا تعالیٰ کی جنگ ہے۔

آپؑ اہل جنت کے جوانوں کے سردار اور اہل بیت میں سے ہیں جن محبت کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واجب کیا ہے اور اس کو رسالت کا اجر قرار دیا ہے۔ آپؑ اُن اصحاب کساء میں سے ہیں جن کی شان میں آیتِ تطہیر، آیتِ مباہلہ اور سورۃ الدھر نازل ہوئی۔

آپؑ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔آپؑ مولاعلیؑ اور جنابِ سیدہؑ کے بیٹے ہیں اور دیگر تمام اہل بیتؑ واصحاب سے افضل ہیں۔

اِس بنا پر اِسلام کو کوئی ایسی مصیبت درپیش نہیں آئی کہ جو عاشورا سے بڑھ کر ہو۔اِس مصیبت کی حد اہل زمین سے بڑھ آسمان والوں تک جا پہنچی ہے۔

مادی جہت سے کربلا میں جو ظلم ہوا اُسے دیکھ کر بعید نہیں پیشانیاں زخمی اور بچے بوڑھے ہوجائیں ۔یہاں تک کہ سیدالساجدینؑ نے فرمایا:

لو أن رسول الله (ص) أوصى بالتعرض وإيذاء أهل بيته لما كان بالإمكان أن يفعلوا أكثر مما فعلوه في كربلاء

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ ظلم اور اُنہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا ہوتا۔ تو بھی لوگ اُن پر وہ مظالم نہ ڈھاتے کہ جو کربلا میں ڈھائے گئے۔

امام حسین علیہ السلام پر آنے والی ہر مصیبت اپنی جگہ عظیم تھی ۔تصور کیجیے کہ فرزندِ زہراءؑ نے اُنہیں کیسے برداشت کیا ہوگا کہ جب وہ اکٹھی آپؑ پر آپڑی ہوں گی؟!

آپؑ پر آنے والی ہر مصیبت اِس قدر سخت تھی کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک کسی انسان پر پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ آتی تو بھی اُس کے لیے برداشت کرنا مشکل تھا۔

اب تصور کیجیے کہ امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر چند گھنٹوں میں ایسے مصائب کی برسات ہو گئی۔

پھر اُن میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا اور ہر آنے والا لمحہ پہلے سے مشکل تر ہونے لگا۔ یہ مصائب لشکر حسینیؑ کے ہر چھوٹے، بڑے، حتیٰ کہ شیر خوار بچے اور مستورات واطفال کو بھی دیکھنا پڑے۔اہل بیتؑ کو شہید کرنے کے بعد اُن کے سر نیزوں پر بلند کیے گئے۔

اور اِس سے بھی بڑھ کر ظلم یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوںؑ کو اسیر کر کے شہر بہ شہر لے جایا گیا اور آپؑ کی حرمت کو پامال کیا گیا ۔

اِس مصیبت کے لیے یہی کافی ہے کہ امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف اِسے یاد کر کے آنسوؤں کی جگہ خون روتے ہیں۔اور بلاشبہ خدا آپؑ کے ذریعہ اِس مصیبت کا ضرور انتقام لے گا۔

لعنت وتبرا

لعنت بھیجنے کے بعد بری ہونے کی باری آتی ہے، کیونکہ بری ہونے کے بغیر لعنت کرنا کافی نہیں ہے۔مثلاً ہم خدا کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اُن جیسی صفات بھی رکھتے ہیں۔تو یہ صحیح نہیں ہے۔اِسی طرح بہت سے لوگ چھپ کر ظالموں پر لعنت بھیجتے ہیں۔لیکن پھر مصلحت کے نام پر ایسے لوگوں کے ساتھ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔اِس قسم کی لعنت صرف اپنے ذاتی مفاد اور لوگوں کے ساتھ اپنا بغض وعناد ظاہر کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ خدا کے لیے یا حق کا ساتھ دینے کے لیے نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ لعنت صرف زبان ہلانے کا نام نہیں کہ اُس کے بعد ظالموں سے اظہارِ برات نہ کیا جائے۔

تیسرا پیراگراف:

یا اَبا عَبدِاللّٰہِ اِنِّی سِلْمٌ لِمَنْ سالَمَکُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حارَبَکُمْ اِلی یَوْمِ الْقِیامَۃِ، وَلَعَنَ اللّٰہُ آلَ زِیادٍ وَآلَ مَرْوانَ، وَلَعَنَ اللّٰہُ بَنی اُمَیَّۃَ قاطِبَۃً، وَلَعَنَ اللّٰہُ ابْنَ مَرْجانَۃَ، وَلَعَنَ اللّٰہُ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ، وَلَعَنَ اللّٰہُ شِمْراً،

وَلَعَنَ اللّٰہُ اُمَّۃً اَسْرَجَتْ وَاَلْجَمَتْ وَتَنَقَّبَتْ لِقِتالِكَ، بِاَبی اَنْتَ وَاُمّی لَقَدْ عَظُمَ مُصابی بِكَ فَاَسْأَلُ اللّٰہَ الَّذی کَرَّمَ مَقامَكَ وَاَکْرَمَنی اَنْ یَرْزُقَنی طَلَبَ ثارِكَ مَعَ اِمامٍ مَنْصُورٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنی عِنْدَكَ وَجیهاً بِالْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلامُ فِی الدُّنْیا وَالْآخِرَۃِ

اعلانِ امن و جنگ

اب جب کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کی فضیلت اور ان کی عظمت کو پہچان لیا۔ تو اِس کے بعد مرحلہ آتا ہے کہ ہم ان لوگوں پر لعنت بھیجیں اور برات و لاتعلقی کا اظہار کریں جنھوں نے اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی کی بنیاد ڈالی۔ جو امام عالی مقامؑ کی شہادت کا سبب بنی۔

اب امن اور جنگ کا اعلان کرنے کی باری ہے اور معیار امام حسین علیہ السلام کی ذات ہے۔ زیارت کا یہ جملہ سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم کہ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہماری اُس سے جنگ ہے اور جو امامؑ کے ساتھ امن سے رہا ہم بھی اُس کے ساتھ امن سے رہیں گے۔ اس جملے کا کیا مطلب ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے جب یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ تو فرمایا: مجھ جیسا شخص اِس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔

آپؑ نے یہ نہیں کہا کہ میں، حسینؑ، یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ یعنی معاملہ فقط یزید لعین کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ جس دور میں یزید جیسے یا اُس کے پیروکار ملیں۔

تو وہاں حسینیوںؑ کا فریضہ ہے کہ اُس کے خلاف قیام کریں، اُن کی بیعت نہ کریں اور اُن سے حالتِ جنگ میں رہیں۔ اِس مختصر اور جامع عبارت میں مولا حسین علیہ السلام نے دو نہایت اہم باتوں کا اعلان کیا۔

حق و باطل کا معرکہ کربلا میں ختم نہیں ہوتا اور وہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ ظہور رِجعت تک جاری رہے گا، اس پر ہماری جانیں قربان ہوں۔

ہر دور میں حسینؑ اور یزید ہے۔ جو حق کی حمایت کرے گا وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور جو باطل کا ساتھ دے وہ یزید کے ساتھ ہے اس لیے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانے میں بنی امیہ کا کردار کون ہے؟ امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ کربلا میں ختم ہونے والا مسئلہ نہیں ہے۔

بلکہ یہ ہر زمانے اور جگہ پر ایک نیا مسئلہ ہے۔

ہمارے زمانے میں بنی امیہ کے مقام پر کھڑا ہے عالمی استکبار کا سرغنہ شیطان عظیم امریکہ۔اور اُس کے مقابل ہمارے فقہاء کہ جو نائبینِ امامؑ ہیں۔

جو شخص امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور سرکار رجعت (ارواحنالہ الفداء) کے انصار میں شامل ہونا چاہتا ہے۔اُسے غیبت کے زمانے میں فقہاء اور علماء کی پیروی کرنی چاہیے۔

حق و باطل کی کشمکش میں غیر جانبدار رہنا صحیح نہیں

امام حسین علیہ السلام نے عاشورہ کے موقع پر جو تصورات قائم کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی نہیں کرتا اس نے باطل کا ساتھ دیا۔یہی وجہ ہے کہ جب عبید اللہ بن حر امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینے سے باز رہا تو امامؑ نے فرمایا:

فواللہِ لا یسمعُ واعیتَنا أحدٌ ولا ینصرُنا إلّا أکبَّهُ اللہ فی نارِ جهنّمَ

خدا کی قسم! جو بھی ہماری آواز سن کر ہماری مدد کو نہ آئے تو خدا اُسے الٹا جہنم میں ڈال دے گا۔

تم حق ساتھ دینے میں جس قدر سستی کروگے باطل کی اتنی ہی مدد ہوگی۔خواہ خاموش رہنے کی حد ہو۔اس کا تعلق صرف امام حسین علیہ السلام کے دور کے ساتھ نہیں ہے۔بلکہ قیامت تک جاری رہے گا۔اِسی لیے ہم امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ

خدا کی لعنت ہو اس قوم پر جس نے اسے سنا اور اسے قبول کیا۔

جو بھی باطل کی حمایت میں شریک ہو خواہ کسی حد تک ہو۔وہ لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

چنانچہ زیارتِ عاشورا میں ہے:

خدا اُس اُمت پر لعنت کرے جس نے (مولا حسینؑ کے خلاف جنگ کے لیے) زین کسی،لگام اُٹھائی اور آپؑ سے جنگ کے لیے گھوڑوں کو نقاب ڈالی۔

لہذا کوئی بھی شخص خود کو بے بس غلام کہہ کر اپنے جرم کو نہیں چھپا سکتا۔لہذا جس نے بھی اپنے

مالک کے لیے گھوڑا آمادہ کیا۔خواہ اُس پہ زین رکھنے کی حدتک ہو۔اگر وہ جانتا تھا کہ اُس کا مالک امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا ہےتو وہ بھی جرم میں برابر شریک اور لعنت کا مستحق ہے۔

پس جو حق کے ساتھ نہیں وہ باطل کے ساتھ ہے۔ جو اس جھگڑے کے بارے میں سنتا ہے اور دل میں بھی اس کی مذمت نہیں کرتا وہ بھی لعنت کا مستحق ہے۔اور یہاں سے ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہم پورے خاندان پر کیوں لعنت بھیجتے ہیں۔

کیونکہ اگر اس نے جرم میں براہ راست حصہ نہیں لیا تھا تو اس نے جزوی طور پر حصہ لیا تھا، اور کم ازکم وہ اپنے ارکان کی حرکتوں سے مطمئن تھے۔

اور اسی کے مطابق جب ہم سقیفہ خاندان اور یہودی خاندان کے لیے مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں، بغیر کسی استثنا کے، اس لیے کہ وہ سب اس جرم میں شریک ہیں۔لیکن مختلف درجات تک، یا کم از کم ان جرائم سے مطمئن ہیں اور ان کی مذمت نہیں کرتے۔ نتیجتاً وہ قرآن میں ملعون درخت کی اولاد ہیں اور اسی کا تسلسل ہیں۔ان کے اعمال اور جرائم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ شروع سے ہی لعنت کے مستحق ہیں کیونکہ ان کی بنیاد ہی فاسد اور ملعون ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی شان

امام حسین علیہ السلام دنیا اور آخرت میں خدا کے یہاں خاص مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔اس لیے ہر وہ چیز جو حسین علیہ السلام سے وابستہ ہے وقار اور احترام حاصل کرتا ہے۔

اسی لیے لوگ امام حسین علیہ السلام کے خادم کا خطاب حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کرتے ہیں، حتی کہ امام حسین علیہ السلام کے جنازے میں پانی ڈال کر۔وہ کوئی بھی خدمت انجام دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔اور ہر وہ چیز پیش کرتے ہیں جو ان کے پاس ہے۔

کیونکہ محض خادم حسین کا لقب ہی انسان کو عزت دیتا ہے دنیا اور آخرت میں سب سے بڑا وقار اور اعلیٰ مقام ہے۔لہٰذا ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا اور آخرت میں ہمارا شمار امام حسینؑ کے

خادموں میں کرے۔

چوتھا پیراگراف

یا اَبا عَبدِاللهِ اِنّی اَتَقَرَّبُ اِلی اللهِ وَاِلی رَسُولِهِ وَاِلی اَمیرِ الْمُؤْمِنینَ وَاِلی فاطِمَةَ وَاِلَی الْحَسَنِ وَاِلَیكَ بِمُوالاتِكَ وَبِالْبَراءَةِ مِمَّنْ قاتَلَكَ وَنَصَبَ لَكَ الْحَرْبَ وَبِالْبَراءَةِ مِمَّنْ اَسَّسَ اَساسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَیْكُمْ وَاَبْرَأُ اِلَی اللهِ وَاِلی رَسُولِهِ مِمَّنْ اَسَّسَ اَساسَ ذلِكَ وَبَنی عَلَیْهِ بُنْیانَهُ وَجَری فی ظُلْمِهِ وَجَوْرِهِ عَلَیْكُمْ وَعلی اَشْیاعِكُمْ، بَرِئْتُ اِلَی اللهِ وَاِلَیْكُمْ مِنْهُمْ

وَاَتَقَرَّبُ اِلَی اللهِ ثُمَّ اِلَیْكُمْ بِمُوالاتِكُمْ وَمُوالاةِ وَلِیِّكُمْ وَبِالْبَراءَةِ مِنْ اَعْدائِكُمْ وَالنّاصِبینَ لَكُمُ الْحَرْبَ وَبِالْبَراءَةِ مِنْ اَشْیاعِهِمْ وَاَتْباعِهِمْ، اِنّی سِلْمٌ لِمَنْ سالَمَكُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حارَبَكُمْ وَوَلِیٌّ لِمَنْ والاكُمْ وَعَدُوٌّ لِمَنْ عاداكُمْ فَاَسْأَلُ اللهَ الَّذی اَكْرَمَنی بِمَعْرِفَتِكُمْ وَمَعْرِفَةِ اَوْلِیائِكُمْ وَرَزَقَنِی الْبَراءَةَ مِنْ اَعْدائِكُمْ اَنْ یَجْعَلَنی مَعَكُمْ فِی الدُّنْیا وَالْاخِرَةِ وَاَنْ یُثَبِّتَ لی عِنْدَكُمْ قَدَمَ صِدْقٍ فِی الدُّنْیا وَالْاخِرَةِ وَاَسْأَلُهُ اَنْ یُبَلِّغَنِی الْمَقامَ الْمَحْمُودَ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ وَاَنْ یَرْزُقَنی طَلَبَ ثاری مَعَ اِمامٍ هُدیً ظاهِرٍ ناطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ

وَاَسْأَلُ اللهَ بِحَقِّكُمْ وَبِالشَّأنِ الَّذی لَكُمْ عِنْدَهُ اَنْ یُعْطِیَنی بِمُصابی بِكُمْ اَفْضَلَ ما یُعْطی مُصاباً بِمُصیبَتِهِ مُصیبَةً ما اَعْظَمَها وَاَعْظَمَ رَزِیَّتَها فِی الْاِسْلامِ وَفی جَمیعِ السَّماواتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنی فی مَقامی هذا مِمَّنْ تَنالُهُ مِنْكَ صَلَواتٌ وَرَحْمَةٌ وَمَغْفِرَةٌ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَحْیایَ مَحْیا مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمَماتی مَماتَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

تاکید کے لیے سابقہ مضامین کا تکرار

اس پیراگراف میں ان مندرجات اور مفاہیم کی تکرار کی گئی ۔جیسے اہل بیتؑ سے موالات ان تمام لوگوں سے اظہار برات اور اُن پر لعنت کرنا کہ جو اس جرم میں ملوث تھے۔

اور خدا تعالیٰ سے درخواست ہے کہ ہم دنیا اور آخرت میں حسین کے ساتھ رہیں اور ان لوگوں میں شامل ہوں جو منتظر امام علیہ السلام کے ساتھ ان کا بدلہ لیں، یہ تکرار قرآنی اُسلوب ہے۔

تا کہ اُن مفاہیم کے بارے میں تاکید مزید ہو جو مستند محمدی اسلام کی بنیاد اور ایک ایسی قوم کی تعمیر کرتے ہیں جو بھرپور مزاحمتی ثقافت کی حامل ہو حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی میں اس کی مدد کرے۔

تولا و تبرا وسیلۂ تقرب

یہاں ذکر ہوا ہے کہ اہل بیتؑ سے ولایت اور آپؑ کے دشمنوں سے بے زاری تقربِ الٰہی کے اہم اسباب میں سے ہے۔ کیونکہ اِن کے ذریعہ عبادات قبول و کامل ہوتی ہیں ۔

چنانچہ اہل بیت علیہم السلام سے منقول متعدد اور متواتر روایات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اطاعت قبول کرنے اور جنت میں داخل ہونے کے لیے ولایت شرط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

لاَ تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ، عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَشَبَابِهِ فِيمَا أَبْلاَهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ كَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ حُبِّنَا أَهْلَ اَلْبَيْتِ

بندہ قیامت کے دن حرکت نہیں کرے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے، اس کی زندگی کے بارے میں، اس نے کیا خرچ کیا، اور اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے کیا کیا اور اپنے مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کس چیز پر خرچ کیا۔ اور ہماری محبت اہل بیت کے بارے میں

یہ بات واضح ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت ان کے دشمنوں سے بے زاری و برات کے

اظہار کے بغیر خالص نہیں ہوسکتی ۔ جیسا کہ تولی وتبرا سے مقصود وہی ہیں جو انسان کو خدا کا مقرب بنائیں اور اُس کے اعمال کی قبولیت کا سبب بن جائیں۔

اور یہ انسان کے اخلاق اور طرزِ زندگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ محض زبان کی حد تک نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی کی تمام جہات کو شامل ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے قول وفعل، معاملات اور فیصلوں میں اہل بیت علیہم السلام کے اخلاق کی تقلید کرنی چاہیے جو ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں کرتے ہیں، بشمول حق و باطل کی معرکہ آرائی میں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا حال بھی اُن لوگوں جیسا ہو جائے جن کے دل اہل بیتؑ کے ساتھ اور تلواریں اُن کے خلاف تھیں۔

لہذا ہمیں صرف اَمن کے حالات میں ہی اہل بیتؑ کا ساتھ نہیں دینا چاہیے کہ مشکل وقت آنے پر کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

ہمارے لیے اُس حبشی غلامؓ کی مثال ہی کافی ہے کہ جب امام حسینؑ نے اُس سے فرمایا:

أنت في إذن مني، فإنما تبعتنا طلبا للعافية فلا تبتل بطريقنا.

تمہیں میری طرف سے اجازت ہے۔ تم عافیت کی تلاش میں ہمارے پیچھے آئے تھے۔ لہذا اب ہماری راہ اختیار کرکے خود کو مشکل میں مت ڈالو۔

تو وہ عرض کرنے لگا:

يا ابن رسول الله! أنا في الرخاء ألحس قصاعكم، وفي الشدة أخذلكم

اے فرزندِ پیغمبرؐ! کیا یہ صحیح ہے کہ میں اَمن وخوشحالی میں تو آپؐ کے دسترخوان سے کھاؤں۔ اور جب مشکل آئے تو آپؑ کا ساتھ چھوڑ دوں۔

اِس کے بعد وہ امام حسین علیہ السلام کے دفاع میں لڑنے کے لیے گئے اور شہید ہو گئے۔ اس معاملے کا امام معصومؑ کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اصل ہدف حق کا ساتھ دینا ہے۔ اِس لیے جس نے کسی بھی وقت اور جگہ سچ کا ساتھ دیا اس نے اہل بیتؑ کا ساتھ دیا اور جس نے

کسی بھی وقت اور مقام پر سچ کا ساتھ چھوڑا تو اُس نے اہل بیتؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

محبت ودشمنی کا معیار

امن اور جنگ میں دوسرے لوگوں کے بارے میں ہمارا موقف اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ان کی وفاداری، یا دشمنی پر مبنی ہے۔ہم ان کے ساتھ ہیں۔ چاہے اس میں ہماری جان ہی کیوں نہ پڑے،اور جو اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی رکھتا ہے،ہم اس کے خلاف ہیں، چاہے اس کا مطلب یہ ہو کہ ہم اپنا سب کچھ کھو دیں،اور اسی اصول کی بنیاد پر ہم وفادار ہیں مملکتِ اسلامی ایران کے لیے، جو اہل بیت علیہم السلام کی صف کی نمائندگی کرتا ہے۔

یہ وہ ملک ہے جس نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کا مقدمہ فراہم کیا۔اور ہمارے لیے اس میں فخر اور عزت ہے،اور ہم اس کے امن کو اپنا امن اور اس کی جنگ کو اپنی جنگ سمجھتے ہیں، اور اگر ضرورت پڑی تو ہم اس کی حمایت کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے،اور ہمیں اس موقف کا اعلان کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

اور اپنے اقوال وافعال میں اِس دعا کی جھلک پیدا کرنی چاہیے:

وَلِیٌّ لِمَنْ والاکُمْ وَعَدُوٌّ لِمَنْ عاداکُمْ

جو آپ کی حمایت کرتے ہیں میں ان کا دوست ہوں اور آپ سے دشمنی رکھنے والوں کا دشمن ہوں۔

زندگی وموت محمدوآل محمدؐ جیسی

بلاشبہ بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا جو مسلسل پڑھی جانی چاہیے یہ ہے: اے اللہ مجھے محمد اور آل محمد کی زندگی کی طرح زندگی عطا فرما،اور مجھے محمد اور آل محمد کی موت کی مانند موت دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد اور آل محمد کی زندگی میں آسانی اور راحت نہیں ہے، بلکہ ہر طرح کی مشقت اور جہاد ہے،اس لیے ہم موت کی امید رکھتے ہیں، یا مارے جاتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیتؑ کی زندگی مساجد اور امام بارگاہوں میں عبادات کا

مجموعہ نہیں ہے، یا کچھ مناسبتوں پہ ذکر کرنا، یا لذیذ کھانوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنا، یا خدا کے مقدس گھر کی زیارت اور معصومین کے مزارات کی زیارت کرنا نہیں۔

اگرچہ یہ تمام چیزیں مطلوب اور قابل تعریف ہیں۔لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کی زندگی چھوٹی اور بڑی دونوں طرح کی مشقت اور جہاد ہے۔خدا اور اس کے دین اور اس کے بندوں کی خدمت بغیر رکے یا تھکے میں مسلسل اور لگاتار کام کرنا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ خدا کی خاطر موت،شہادت کہلاتی ہے۔ہاں، جب ہم کہتے ہیں کہ ہم محمد وآل محمد کی زندگی اور موت چاہتے ہیں،تو ہمارا عمل ہمارے الفاظ کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ ہم اپنے دعوے میں ایماندار رہوں۔

اور ہم جانتے ہیں کہ یہ زندگی سختیوں پر مشتمل ہے اور اس میں اپنے آپ کے خلاف جہاد،تقویٰ کی پابندی،نمازِ شب اور محمد وآل محمد کے اخلاق کی تقلید بھی شامل ہے،اس میں مال وجان کی قربانی کے ساتھ ساتھ پابندیاں،قید وبند تشدد،جلاوطنی،نقل مکانی،اور آخر میں قتل وغیرہ شامل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ محمد وآل محمدؑ کے طرز پر زندگی وموت کا سوال اپنے نفس اور وقت کے ظالم وجابر حکمرانوں کے خلاف جہاد اور خدا کی راہ میں مارے جانے سے عبارت ہے۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(08)

شرح زیارت(2)

پانچواں پیراگراف

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھذا یَوْمٌ تَبَرَّکَتْ بِهِ بَنُو اُمَیَّةَ وَابْنُ آکِلَةِ الأکبادِ اللَّعینُ ابْنُ اللَّعینِ عَلی لِسانِكَ وَلِسانِ نَبِیِّكَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ فِي کُلِّ مَوْطِنٍ وَمَوْقِفٍ وَقَفَ فیهِ نَبِیُّكَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ. اَللّٰھُمَّ الْعَنْ أَبا سُفْیانَ وَمُعاوِیَةَ وَیَزیدَ ابْنَ مُعاوِیَةَ عَلَیْھِمْ مِنْكَ اللَّعْنَةُ أَبَدَ الآبِدینَ، وَھذا یَوْمٌ فَرِحَتْ بِهِ آلُ زِیادٍ وَآلُ مَرْوانَ بِقَتْلِھِمُ الْحُسَیْنَ صَلَواتُ اللهِ عَلَیْهِ. اَللّٰھُمَّ فَضاعِفْ عَلَیْھِمُ اللَّعْنَ مِنْكَ وَالْعَذابَ الألیمَ. اَللّٰھُمَّ اِنّی اَتَقَرَّبُ اِلَیْكَ فِي ھذَا الْیَوْمِ وَفِي مَوْقِفِي ھذا وَاَیّامِ حَیاتی بِالْبَراءَةِ مِنْھُمْ وَاللَّعْنَةِ عَلَیْھِمْ وَبِالْمُوالاةِ لِنَبِیِّكَ وَآلِ نَبِیِّكَ عَلَیْهِ وَعَلَیْھِمُ اَلسَّلامُ.

فریقین میں حد فاصل

زیارت عاشورا میں جن مسائل پر توجہ دی گئی ان میں سے ایک ہر جماعت کی قیادت، اس کے حسب ونسب کا تذکرہ، تاریخ میں اُس کے اچھا یا مفسد ہونے، اُس کی طینت واخلاق اور ہر چیز کا ذکر ہے کہ جو انتخاب میں موثر ہوتی ہے۔ تا کہ تاریخ کربلا کا مطالعہ کرنے والے کو دونوں فریقین کی اخلاقی اقدار وروایات سے آشنائی ہو سکے۔

زیارت کے شروع میں یہ ذکر کیا گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد، والدہ اور اجداد کس شان کے مالک تھے۔

اسی مناسبت سے ہمیں ان خصوصیات کا علم ہو جائے گا۔ جو آپؑ کو اُن سے وراثت میں ملی تھیں۔ جیسا کہ ہم نے ان کی مثالیں شروع میں ذکر کی ہیں۔ اور اسی حصے میں ہم یزید، اس کے حسب و نسب اور اسے وراثت میں ملنے والی خصوصیات کا ذکر بھی کریں گے۔

اولاً وہ بنوامیہ سے ہے، جو قرآن میں ملعون درخت ہے، جو خدا اور اس کے رسولؐ کی ابدی لعنت کے مستحق تھے۔ ان کی خدا اور اس کے رسول سے جنگ کی ایک طویل تاریخ ہے۔ وہ کفر کے سرغنہ ہیں، اور ان کی مٹی کفر کے ساتھ گوندھی ہوئی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنِ اسْتَسْلَمُوا وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ

انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور کفر اختیار کر لیا۔

اِس میں اشارہ ہے کہ اُنہوں نے ظاہری طور پر اِسلام کا کلمہ پڑھا اور اپنے اندر کفر پوشیدہ رکھا۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا موقع تھا۔

اِس سے ہٹ کر اُن کے پاس اپنی جان و مال کو محفوظ رکھنے کا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ اُن طلقاء میں سے ہیں جنہیں فتح مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیا تھا اور فرمایا تھا: جاؤ! تم آزاد ہو۔ ابن ابی الحدید جو کہ اہل سنت علماء میں سے ہیں، بنی امیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

خرجوا من الكفر إلى النفاق ورجعوا من النفاق إلى الكفر

وہ کفر سے نفاق کی طرف گئے اور نفاق سے کفر کی طرف لوٹے۔ یعنی بنی امیہ نے کبھی اسلام قبول نہیں کیا بلکہ ایک دن کے لیے بھی اِسلام کے خلاف جنگ سے باز نہ رہے۔

انہوں نے اپنے آپ کو حالات اور مفادات کے مطابق بدل دیا۔ فتح مکہ میں وہ کفر سے نفاق کی طرف چلے گئے اور پھر مسلمانوں کی گردنوں پر قابض ہونے کے بعد منافقت سے کھلے عام کفر کی

طرف لوٹ گئے۔ہم اس کی کچھ مثالیں ذکر کرکے بات واضح کرتے ہیں۔ یزید جگر خوارہ کا پوتا ہے جو کہ ابوسفیان کی بیوی اور معاویہ کی ماں ہے۔اُسے جگر خوارہ اِس لیے کہا جاتا ہے کہ اُس نے جنگ اُحد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ سید الشہداءؑ کا جگر نکال کر چبایا تھا اور آپؑ کے اعضاء بدن کو کاٹ دیا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے ساتھ ایسا سلوک ہوا ہے تو اس میں تعجب کیسا کہ اِس شجرہٴ ملعونہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ پر ستم ڈھائے،مولا حسینؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ واصحابؑ کو شہید کرکے اُن پر گھوڑے دوڑائے۔

پھر اِسی بدکارہ کے پوتے نے فرزندِ رسولؐ امام حسینؑ کے سر مبارک کو اپنے سامنے رکھ کر اُس پر چھڑی سے ضربیں لگائیں۔اُس کا دادا تو شروع ہی اِسلام کا دشمن تھا۔

مؤخر الذکر اپنی اسلام دشمنی کے لیے جانا جاتا ہے،اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنے میں پیش پیش تھا، اس نے فتح مکہ کے بعد اسلام کا مظاہرہ کیا، اور جیسے ہی خلافت عثمان تک پہنچی تھی۔ امویوں نے دوبارہ کفر کا اظہار کیا اور شہداء کے سردار حمزہ کی قبر پر جا کر اپنے ناپاک پاؤں سے لات ماری۔اور حضرت حمزہؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

یا أبا عمارة، إن الأمر الذی اجتلدنا علیه بالسیف أمس، فی ید غلماننا الیوم یتلاعبون به

اے ابوعمارہ،کل جو بات ہم نے تلوار سے لڑی تھی۔آج ہمارے جوانوں کے ہاتھ میں جو اس میں جوڑ توڑ کر رہے ہیں۔

پھر اس نے امویوں سے کہا:

یا بنی أمیة، تلقفوها تلقف الکرة! فوالذی یحلف به أبو سفیان ما زلت أرجوها لکم، ولتصیرنّ إلی صبیانکم وراثة

اے بنی امیہ، اِسے گیند کی مانند پکڑے رکھو۔اور ابوسفیان کو اُس (بت) کی قسم! جس کا وہ حلف

اُٹھاتا ہے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ حکومت تمہارے پاس آجائے۔ اور پھر وراثت کے طور پر تمہاری نسلوں میں منتقل ہو۔

ابوسفیان کا مقصد اقتدار کو بنی اُمیہ میں لانا تھا۔ تاکہ بعد میں یہ نسل در نسل اُنہیں میں منتقل ہوتا رہے۔ اِس سے بڑھ کر واضح دلیل اور کون سی ہوسکتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اِسلام پر ہرگز ایمان نہیں لایا۔ اُسے بس اقتدار کی ہوس تھی۔

جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ اپنی بددیانتی اور خباثت کی وجہ سے مشہور تھا۔ اُس نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا۔ اسی نے امیر المومنین (علیہ السلام) سے لڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا۔ منبروں پر امیر المومنینؑ کی توہین کی۔ اس نے اسلام کا جو تشخص پیش کیا وہ درحقیقت اسلام کی روح اور جوہر سے متصادم تھا۔ وہ امام حسن علیہ السلام اور جلیل القدر صحابہؓ کا قاتل تھا۔ اُس نے مال فئے پر ذاتی قبضہ جمایا۔

اُسی نے خلافت کا طریقہ بدل کر اُسے قیصر وکسریٰ کی بادشاہت کی طرح بنا دیا۔ اور پھر اُسے وراثت کے طور پر بیٹے کو منتقل کر دیا۔

یہ اس کے کچھ اعمال ہیں جو واضح طور پر اسلام، اس کے اصولوں اور اقدار پر اس کے اعتقاد کی کمی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ کھلے عام کفر پر منتج ہوا، جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ایک دن مؤذن حق کی آواز بلند کر رہا تھا۔ جب اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! ہم اِس ذکر کو دفن کر دیں گے۔ یعنی ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ختم کر دیں گے۔ تاکہ یہ مناروں سے بلند ہونا بند ہو جائے۔ لیکن وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

{اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا}

آخر پہ یزید لعین کا ذکر آتا ہے۔ جو شراب خوار اور کتوں اور بندروں سے کھیلتا تھا۔ اُس نے تین

سال حکومت کی اور ہر سال ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا کہ اُن میں سے ایک بھی انسانیت کی پیشانی کو مجروح کرنے کے لیے کافی تھا۔

پہلے سال اس نے امام حسین (علیہ السلام) اور ان کے اہل وعیال اور ساتھیوں کو قتل کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں کو اسیر کر کیا۔

دوسرے سال اس نے مدینہ پر حملہ کرایا۔ جس میں بہت زیادہ قتل وغارت گری ہوئی اور تین دن تک مدینہ یزید کے فوجیوں کے لیے مباح سمجھا گیا۔ یزیدی لشکر کے حیوان صفت سپاہیوں نے اشرافِ مدینہ تک کی خواتین کی عصمتیں لوٹیں اور رسول اللہ ﷺ کے مزارِ اَقدس کے پاس بھی مسلمان خواتین سے جنسی درندگی کرنے باز نہ رہے۔

تاریخ میں اِس شرم ناک سانحے کو واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور تیسرے سال اِس بدبخت نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر اور آگ برسائی ۔

یہ بنی امیہ کے سیاہ مظالم کی مختصر سی داستان ہے۔ ہمیں اُن اسلام کے دعویداروں پر تعجب ہوتا ہے جو بنی اُمیہ کے اِن سیاہ کرتوتوں کے دفاع کے لیے سامنے آجاتے ہیں۔ پھر دکھ کا مقام یہ ہے کہ ایسے بدکردار گماشتوں کو صحابہ کی چھتری کے نیچے لاکر بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کربلا کے واقعہ میں کے دونوں فریقوں کی تاریخ پیش کرنے میں ہمارا مقصد بنو ہاشم اور امیہ کے درمیان تنازعہ کے نظریہ کو مضبوط کرنے میں حصہ لینا نہیں ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگ چاہتے ہیں۔

بلکہ مقصد، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، حق کے پیروکاروں اور باطل کے پیروکاروں کی خصوصیات کو واضح کرنا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہم اس واقعہ کے ہر فریق کے طرز عمل کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں، جیسا کہ جنگ فضیلتوں اور صفات کے درمیان ہے۔ جو بنی ہاشم اور بنی امیہ میں موجود تھیں۔

پہلی جماعت اسلام اور انسانیت کی نمائندگی کرتی ہے، جب کہ دوسری جماعت کفر اور غیر انسانیت کی نمائندگی کرتی ہے۔

جیسا کہ عیسائی مصنف جارج جرداک کہتا ہے:

إن جملة الحوادث التي عاشها الحسين تقطع بأنه في مقياس الأخلاق سماءٌ أيّ سماء، وإن جملة الحوادث التي عاشها يزيد تقطع بأنه في مقياس الأخلاق أرضٌ تحت أرض، وحسبك مأساة كربلاء دليلاً ذا ألسنة تقول وأيدٍ تشير

امام حسین علیہ السلام جن واقعات سے گزرے ان کی مجموعی حالت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اخلاق کے پیمانہ میں آپؑ ایک آسمان ہیں۔

جب کہ یزید کے گزرے ہوئے واقعات کی مجموعی حالت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ وہ اخلاق کے پیمانہ میں ایک زمین ہے۔ بلکہ زمین کے نیچے۔اور کربلا کا سانحہ تمہارے لیے دلیل کے طور پر کافی ہے۔ بلکہ یہ دلیل بولنے والی زبان اوراشارہ کرنے والے ہاتھ کی مثل ہے۔

تبریک وتفریح

بنی امیہ اور آل زیاد ومروان نے عاشورہ کو قتل حسین پر خوشی منانے کا دن قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس دن روزہ رکھا اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔اور پھر احادیث گھڑیں کہ عاشورہ کا روزہ رمضان کے بعد بہترین روزوں میں سے ایک ہے۔اس لیے یہ معاملہ ایک ثقافت بن گیا، آج تک کچھ مسلمان اس دن روزہ رکھتے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔

وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خوشی میں ایسا نہیں کرتے ۔ بلکہ بنی امیہ کی احادیث کے چکر میں آ کر اِس دن یہ اعمال انجام دینا مستحب اور باعثِ برکت سمجھتے ہیں۔

حق وباطل میں تمیز

چونکہ اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں نے اس دن کو برکت اور خوشی کا دن سمجھا اور اس کے لیے خاص اعمال مقرر کیے، اس لیے اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان اعمال کو انجام دینے سے پرہیز کریں۔

تاکہ ان میں اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں کوئی مماثلت نہ ہو اور اپنے آپ کو

دوسرے اعمال سے ممتاز کرسکیں جوان کی اہل بیت سے وابستگی اور وفاداری کو ظاہر کرتے ہیں۔
اہل بیتؑ کے دشمنوں کے کاموں کی تردید کرتے ہیں اوراس دن کواس طرح مناتے ہیں کہ اس کواس کا حق ملے اوراس کی حیثیت کے مطابق ہواوراس مصیبت کی عظمت کواجاگر کرے جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؑ کوروزِ عاشورا پیش آئی۔
چنانچہ اہل بیت علیہم السلام نے عزاداری امام حسینؑ اور یوم عاشورہ کے حوالے سے اپنے شیعوں خصوصی ہدایت کی کہ اس عظیم دن کی یاد کو یقینی بنایا جائے۔لہذا شیعوں کو چاہیے کہ وہ ان ہدایات کو مدِ نظر رکھیں اوراحتیاط کریں کہ کہیں عملی طور پر اہل بیتؑ کی مخالفت نہ کررہے ہوں۔آج جوحق اور باطل کے درمیان کشمکش ہے۔ہم اُس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

سیاہ لباس پہننا:

سب جانتے ہیں کہ کالا لباس پہننا غم اورتعزیت کی دلیل ہے۔اہل بیتؑ کے دشمن عاشورہ کے موقع پر نئے کپڑے پہنتے ہیں۔اِس لیے اہل بیتؑ کے چاہنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کودوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے سیاہ لباس پہنیں اورغم وسوگواری کا اظہار کریں۔
اس معاملے کی اہمیت کی وجہ سے،علماء نے کالا پہننا ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کے شعائر میں سے ایک ہے۔حتی جوعلماء کالا لباس پہننے کومکروہ سمجھتے ہیں۔
اَیامِ عزا میں وہ بھی اامام حسین علیہ السلام کے مصائب کوزندہ کرنے کے لیے سیاہ لباس پہننے کی تاکید کرتے ہیں۔کیونکہ یہ شعائرِ حسینیہؑ کا جزو ہے۔
بدقسمتی سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جوکالا لباس پہننا پسند نہیں کرتے۔اور کہتے ہیں کہ غم دل میں ہوتا ہے ظاہر میں نہیں۔یہ منطق اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔
دلی رنج وغم جوکسی شخص کے ظاہری شکل وصورت اورعملی اخلاق سے ظاہر نہ ہو، بے فائدہ ہے، اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: جولوگ ایمان لائے اورعمل صالح کرتے ہیں۔

کیونکہ عمل کے بغیر ایمان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

نیز لوگوں کے ایک گروہ کا ایک ہی وقت اور جگہ پر سیاہ لباس پہننا، اہل بیت علیہم السلام سے ان کی وفاداری کا کھلے عام اظہار ہونے کے علاوہ، اس بات کی تصدیق ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے جو شیعوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہمارے غم سے غمگین ہیں۔

نیز یہ تولی وتبرا کے بنیادی مضمون پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ جو زیارتِ عاشورہ کا مرکزی شعار ہے ۔اور یہ فروعاتِ دین میں سے ایک فرع ہے۔اِس عمل سے دوسروں کی توجہات واقعہ کربلا کی طرف جاتی ہی اور وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔

اور یوں انہیں امام حسین علیہ السلام کے معاملے کی معرفت ہو جاتی ہے ۔اور عاشورہ کو برپا کرنے کے بہت سے اہداف میں سے ایک ہدف یہ بھی ہے۔

روزہ

امویوں نے عاشورہ کے دن جن چیزوں سے برکات طلب کیں ان میں سے ایک روزہ ہے۔ انہوں نے اس دن کے روزے کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث لکھی ہیں ۔جن میں انہوں نے اس دن کی فضیلت اور تعظیم کا ذکر کیا ہے۔

عظیم صحابی میثم التمار (رضی اللہ عنہ) کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ امیر المومنین (علیہ السلام) نے انہیں بتایا کہ امام حسین (علیہ السلام) کو عاشورہ کے دن قتل کیا جائے گا۔اور خدا کے دشمن اس دن کو برکت کے دن کے طور پر لیں گے۔

اس کے بعد حضرت میثمؓ نے فرمایا: وہ ایک جعلی حدیث کی بنا پر یہ دعویٰ کریں گے کہ یہ وہ دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ قبول کی۔ جب کہ خدا نے ذوالحجہ میں اُن کی توبہ قبول فرمائی۔ نیز وہ گمان کریں گے کہ یہ وہ دن تھا جس دن خدا نے داوٗد کی توبہ قبول کی تھی۔ حالانکہ خدا نے ذوالحجہ میں ان کی توبہ قبول کی تھی۔ ان کا دعویٰ ہوگا کہ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یونس کو ذوالحجہ میں نکالا۔ ان کا خیال ہوگا کہ یہ وہ دن تھا جب کشتی نوح جودی

پہاڑ کے پاس رکی۔ حالانکہ وہ ۱۸ ذی الحجہ کو ٹھہری تھی۔ ان کا گمان ہوگا کہ یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر سے راستہ بنایا۔ حالانکہ یہ واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا۔

لہٰذا عاشورہ کا روزہ شیعہ امامیہ کے نزدیک عاشورہ کے مقاصد میں تحریف اور دشمنان اہل بیتؑ سے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

شیعوں کو چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اہل بیتؑ کے ساتھ محبت کے اظہار کے لیے عصر تک فاقہ سے رہیں اور کھانے پینے کی چیزوں سے اجتناب کریں۔

گریہ وماتم

گریہ و ماتم مصائب حسین علیہ السلام کی یاد میں سب سے نمایاں مظہر ہیں، اوران عملی امور میں سے ہیں جو مصائب حسین علیہ السلام پر ہمارے غم کو ظاہر کرتے ہیں۔ اِسی گریہ و ماتم نے اِس غم کو اتنی سالوں سے محفوظ رکھا ہے۔ لیکن گریہ و ماتم ہمارا اصل ہدف نہیں۔

بلکہ یہ ایک دو دھاری تلوار ہے۔ جسے صحیح رخ پر چلایا گیا تو مذہب اہل بیتؑ کی خدمت ہو اور ذکر امامؑ کا احیاء ہوگا۔ لیکن اگر اِسے محض عادت اور روٹین سمجھ کر انجام دیا گیا تو اِس سے نقصان کا اندیشہ بھی ہوسکتا ہے۔

بلاشبہ گریہ و ماتم کے اخلاقی اور مادی اثرات ہوتے ہیں، ہم حسین علیہ السلام کی برکت سے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ اور ہم اس سے صبر حاصل کرنے کے لیے امام حسین علیہ السلام کو یاد کرتے ہیں، اور امام زمانہ علیہ السلام کی بیعت تجدید کرتے ہیں کہ ہم آپؑ کی رکاب میں مولا حسین علیہ السلام کا انتقام لیں گے۔

جیسا کہ ہم ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لیے جوش و جذبے، قوت اور انقلابی تصورات سے بھی لیس ہیں۔ اس زمانے میں رونے اور ماتم کرنے کی سیاسی اور سماجی جہتیں ہیں جو قوم کی زندگی اور حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس بارے میں السید امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

یہ مت سمجھو کہ ماتم اور جلوسوں کے مقاصد سید الشہداءؑ کے لیے رونے پر ختم ہوجاتے ہیں۔ سید

الشہداءؑ ہمارے گریہ کے محتاج نہیں۔اور نہ صرف گریہ اپنے اندر کوئی معنی رکھتا ہے۔سب سے اہم یہ ہے کہ یہ مجلسیں لوگوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور انہیں ایک منزل تک پہنچاتی ہیں۔

اصل مسئلہ صرف گریہ یا گریہ کی شکل اختیار کرنا نہیں۔بلکہ یہ ایک سیاسی حکمت عملی کا مورد ہے۔ ہمارے آئمہؑ خدا کی عطا کردہ بصیرت کی روشنی میں چاہتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔تاکہ اُسے بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔

کیونکہ اِس مقصد کی خاطر ہمارے جوانوں نے کربلا کے جوانوں کی سیرت کو اختیار کرتے ہوئے قربانیاں پیش کی ہیں۔اور ہم پر واجب ہے کہ اُن قربانیوں کو رائیگاں ہونے سے بچائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے اِس لیے قیام نہیں کیا کہ ہم بس اُن پر روتے رہیں۔وہ صرف اس لیے شہید نہیں ہوئے کہ ہم سال میں دو بار اُن کا ذکر کرلیں۔ایک بار عشرۂ محرم میں اور دوسری بار اربعین کے موقع پر۔

اِس کے بعد ہم آپؑ کو بھول جائیں اور ہمیں پتہ بھی نہ ہو کہ آپؑ نے کس مقصد کے لیے قیام فرمایا ۔جب کہ حق یہ ہے کہ ہم ہر گھڑی اپنا محاسبہ کریں اور زندگی کے موقع سے بھرپور استفادہ کریں۔امام حسین علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں اور اعمال میں موجود باطل کا محاسبہ کریں ۔

کیونکہ ہماری روحیں برائی، ناانصافی، جھوٹ اور ظلم کی طرف مائل ہیں۔لہٰذا ہمارا انقلاب یہ ہے کہ ہم اپنے اندر رہتے ہوئے اس مطلوبہ حقیقت کو بدلیں، اگر ہم ایسا کر سکتے ہیں،تو ہم اس برائی کو بدل سکتے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے ہم پر پڑی ہے۔

عاشورہ اور اربعین امام حسین علیہ السلام میں شامل غم کے تمام مظاہر وہ اعمال ہیں جن کے انجام دینے پر ہر شخص کو اجر ملے گا،لیکن امام چاہتے ہیں کہ ہم بدلیں نہ کہ صرف روئیں۔آپؑ چاہتے ہیں کہ ہم فرض ادا کریں اور صرف مستحبات پر توجہ نہ دیں۔

یہاں سے ہمیں معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام اس فریاد سے کیوں خوفزدہ تھے۔کیونکہ یہ مظلوم کے حق میں اور ظالم کے خلاف ہے۔

ایک عمومی غلطی

یہ عقیدہ کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت محرم کی پہلی تاریخ سے شروع ہوتی ہے اور دسویں محرم کو ختم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ مصیبت دسویں دن کی دوپہر سے شروع ہوتی ہے۔ امام حسین (علیہ السلام) کا قتل اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں کی اسیری۔

یہ وہ مصیبت ہے جس کے لیے ہمارے زمانے کے امام خون کے آنسو روتے ہیں، مصیبت عاشورہ کے دن شروع ہوتی ہے اور وہاں ختم نہیں ہوتی اور اہل بیت کے لیے سب سے بڑی رات وہ ہے جس میں بنتِ پیغمبرؐ نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔

آپؑ نے حسینی قافلے کی عورتوں اور بچوں کی حفاظت میں مصیبتیں جھیلیں اور ایسے ایسے مظالم سہے کہ نماز شب بیٹھ کر ادا کرنا پڑی۔ اور وہ گیارہویں محرم کی رات تھی۔

اعلانِ تولی وتبرا کا تکرار

امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے والوں کی علامات اور خصوصیات ذکر کرنے کے بعد زیارتِ عاشورہ میں اعلانِ تولی وتبرا کا تکرار ہوا ہے۔ اور یہی اِس زیارت کا مرکزی نقطہ ہے۔ البتہ اِس دفعہ دشمنان اہل بیتؑ کی صفات اور خصوصیات کو ذکر کرنے کے بعد اُن پر دائمی و عملی لعنت اور تبرا کا ذکر ہوا ہے۔

اور اُسی کی وجہ سے شیعہ دوسرے سے الگ جانے جاتے ہیں۔ کیونکہ لعنت صرف زبان ہلانے کا نام نہیں۔

اس لیے شیعان اہل بیتؑ کی زندگی کا انداز ایسا ہونا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ وہ اہل بیتؑ کے دشمنوں سے قطعاً بے زار ہیں۔ اور اِس کا کوئی خاص وقت یا حد نہیں ہے۔ بلکہ یہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے لے کر آپؑ کے انتقام تک اور اُس کے بعد سے قیامت تک ہے۔

(09)

شرح زیارت(3)

چھٹا فقرہ

اَللّٰھُمَّ الْعَنْ اَوَّلَ ظالِمٍ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآخِرَ تابِعٍ لَهُ عَلى ذٰلِكَ، اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْعِصابَةَ الَّتی جاهَدَتِ الْحُسَیْنَ (ع) وَشایَعَتْ وَبایَعَتْ وَتابَعَتْ عَلی قَتْلِهِ، اَللّٰھُمَّ الْعَنْهُمْ جَمیعاً

لعنت کا معنی

لعنت سے مراد خدا کی رحمت سے دور ہونا ہے۔اور ملعون وہ ہوتا ہے جسے خدا کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہو۔

لعنت کی اہمیت

روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام بازار میں اپنے شیعوں میں سے ایک کی دکان پر ایک قمیص خریدنے کے لیے گئے اور دکان کے مالک نے امام کو دو قمیصیں پیش کیں اور فرمایا: یہ دونوں قمیضیں میں نے خود سلائی ہیں۔

اِن میں سے پہلا کرتا وہ ہے کہ جب سے میں نے سلائی شروع کی، مسلسل محمد وآل محمد پہ درود

پڑھتا رہا، اور دوسرا وہ ہے جب سے میں نے اس کی سلائی شروع کی تو مسلسل محمدؐ و آل محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت بھیجتا رہا۔ تو امام نے اس قمیص کا انتخاب کیا جو لعنت کے ساتھ سلی ہوئی تھی۔

کیونکہ ایسا نہیں ہے کہ جو بھی محمد و آل محمد پر درود بھیجے وہ اُن کے دشمنوں پر لعنت بھی کرتا ہو۔ جب اِس کے مقابل اگر کوئی شخص محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کرتا ہو۔ تو وہ یقیناً اُن پر درود بھی بھجتا ہوگا۔ یہی معاملہ تولی وتبرا کا ہے۔

یعنی جو بھی محمد و آل محمدؐ سے تولی اور محبت رکھتا ضروری نہیں کہ وہ آل محمد کے دشمنوں سے تبرا و بے زاری بھی اختیار کرے۔ جب کہ اِس برعکس جو آل محمد کے دشمنوں پر لعنت وتبرا کرتا ہے۔ تو وہ حتماً آل محمد سے محبت وبھی رکھتا ہے۔ بالخصوص ہمارے اِس دور میں بہت سے افراد جو حسینیؑ جلوسوں اور شعائر کی ذمہ داری اُٹھاتے ہیں۔ وہ اِسے دنیاوی مقام ومرتبہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

یہی لوگ عین اُسی وقت امام حسینؑ کے دشمنوں کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ اور اُن کے لیے اپنی وفاداریاں ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کے مکروہ اہداف میں آلہ کار بھی بنتے ہیں۔ اِسی طرح کچھ لوگ دین کے نام پر اور علماء کا لبادہ اُوڑھ کر سامنے آتے ہیں۔ مگر ظالموں کے مقابلہ میں بالکل بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے۔

لہذا تبرا کے بغیر ولایت کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف دنیاوی مفاد کے لیے ہوتی ہے۔ کیونکہ اِس میں اہل بیتؑ کے دشمنوں، ظالموں اور حق سے باغی افراد کو نہیں للکارا جاتا۔ بلکہ یہ تو اُلٹا اُن کے اہداف کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ تبرا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ قاعدہ نفی و اثبات میں نفی کو مقدم کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ توحید کا اقرار بھی یونہی ہوتا ہے۔ پہلے ہم نفی کرتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں۔ اُس کے بعد کہتے ہیں: سوائے اللہ جل جلالہ کے۔ لہذا اصول یہ ہے کہ پہلے نفی، پھر اثبات۔ اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ پہلے دشمنان اہل بیتؑ پر لعنت کر کے اُن سے تبرا کریں۔ پھر اہل بیتؑ کی ولایت کا اعلان کریں۔ اِسی لیے زیارتِ عاشورہ میں بار بار اِس اَمر کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

ہمیں اِس بات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں پر لعنت کرنا ہی اہل بیتؑ کی ولایت کا اعلان ہے۔لہذا ہمیں ہمیشہ اہل بیتؑ کے دشمنوں سے دلی نفرت کا اظہار کرنا چاہیے۔اور اپنے طرزِ عمل کے ذریعہ اُن سے تبرا کا اظہار کرنا چاہیے۔تا کہ خون حسینؑ کی حرارت اور امام عصرؑ کے رکاب میں آپؑ پہ کیے جانے والے مظالم کا انتقام لینے کی فکر ہمارے وجود میں پوری طرح موجود رہے۔

ساتواں فقرہ

اَلسَّلامُ عَلَيۡكَ يا اَبا عَبۡدِاللهِ وَعَلَى الاَرۡواحِ الَّتى حَلَّتۡ بِفِنائِكَ عَلَيۡكَ مِنّى سَلامُ اللهِ اَبَداً ما بَقيتُ وَبَقِيَ اللَّيۡلُ وَالنَّهارُ وَلا جَعَلَهُ اللهُ آخِرَ الۡعَهۡدِ مِنّى لِزِيارَتِكُمۡ. اَلسَّلامُ عَلَى الۡحُسَيۡنِ وَعَلى عَلِيِّ بۡنِ الۡحُسَيۡنِ وَعَلى اَوۡلادِ الۡحُسَيۡنِ وَعَلى اَصۡحابِ الۡحُسَيۡنِ.

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تعلق

امام حسین علیہ السلام تمام انبیاء اور اوصیاءؑ کے وارث اور خدا کے بنائے ہوئے حاکم ہیں۔آپؑ کے خونِ پاک کی برکت سے حق کو باطل پر غلبہ ملے گا اور زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔اس لیے امام حسین علیہ السلام سے تعلق و ارتباط تمام انبیاء اور اوصیاءؑ بالخصوص حاکم آسمانی امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے ربط قائم رکھنا ہے۔

اِسی لیے آئمہ معصومینؑ اسلامی مناسبتوں پر بلکہ ہر روز امام حسین علیہ السلام سے مربوط رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔تاکہ آپؑ کی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہے اور ہم روز آپؑ سے تجدیدِ عہد کریں۔کہ جیسے ہم آپؑ کا انتقام لینے کے لیے روزانہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ تجدید عہد کرتے ہیں۔

اور اِس سے اہم تر یہ ہے کہ ہم امام حسین علیہ السلام پر سلام بھیج کر اہل بیتؑ اور بالخصوص جنابِ سیدہؑ کے قلبِ مطہر میں سرور داخل کریں۔

تاکہ وہ ہمارے حق میں دعا فرما دیں۔جیسا کہ یہ اَمر یقینی ہے کہ امام حسین علیہ السلام سلام کا جواب دیتے ہیں۔جوکہ ہماری دنیاوآخرت دونوں کے لیے کافی ہے۔

شہزادہ علی اکبرعلیہ السلام کی خصوصیت

پوری دنیا میں تمام ضریحات چارکونوں والی ہوتی ہیں۔سوائے امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک کے۔اُس کے چھے کونے ہیں۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ کے پاؤں کی طرف شہزادہ علی اکبرؑ ہیں۔جواپنی صورت وکرداراورانداز گفتار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

اہل بیتؑ میں سب سے پہلے آپؑ ہی درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔کیونکہ الٰہی راہنما، عاشقِ خدا امام حسین علیہ السلام نے راہ خدا میں اپنی سب سے پیاری چیز قربان کر کے تاریخ کو اخلاص کا نمونہ دیا۔

مولاؑ اپنے اس شہزادےؑ کے ساتھ الگ لگاؤ تھا۔اور جب آپؑ اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اِس شہزادےؑ کا چہرہ دیکھ لیتے۔شہزادہ علی اکبرؑ سب سے بلند مقام و منزلت رکھتے تھے۔اور انبیاء واوصیاءؑ کے خصائص وشمائل کے حامل تھے۔

اِس لیے آپؑ پر الگ سے سلام اور زیارت کے کلمات پڑھے جاتے ہیں۔آپؑ دیگر اوصیاءؑ کی اولادوں کی طرح نہیں۔بلکہ تمام اوصیاءؑ کی اولادوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے بیٹے

امام حسین علیہ السلام کے بیٹے خصوصی سلام کے مستحق ہیں۔کیونکہ اُن میں سے ہر ایک اپنے مقام پر بہت ہی عظیم المرتبہ اور عدیم المثال ہے۔وہ امام عالی مقامؑ کے فرزند ہونے کے ساتھ ساتھ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ بھی ہیں۔

اُن میں سے ایک باب الحوائج شہزادہ علی اصغر علیہ السلام ہیں۔جو اپنے باباؑ کے سینہ پر آرام فرما

ہیں۔ وہ اگرچہ سن وسال کے اعتبار سے چھوٹے ہیں، مگر شان و مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں۔ اُن کے صدقے مومنین کی مشکلات دور ہوتی ہیں۔ اور شیعانِ حسینؑ کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحابؓ کی عظمت

امام حسین علیہ السلام نے شبِ عاشورا اپنے خطاب میں فرمایا:

فَإِنِّی لَا أَعْلَمُ أَصْحَاباً أَوْفَی وَلَا خَیْراً مِنْ أَصْحَابِی

میں ایسے اصحاب کو نہیں جانتا کہ جو میرے اصحابؓ سے زیادہ وفادار اور اُن سے افضل ہوں۔

اب غور کیجیے کہ امام حسین علیہ السلام معصوم ہیں اور آپؑ کے پاس گزشتہ و آئندہ سب باتوں کا علم ہے۔

لہذا جب آپؑ فرما رہے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔ تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ آپؑ کے اصحاب سے زیادہ وفادار اور افضل اصحاب کسی کے نہیں۔ آپؑ کے اصحاب بدری صحابہ سے بھی افضل ہیں۔

کیونکہ جب بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے جہاد کیا تو اُنہیں نصرت اور شہادت دونوں کا اختیار تھا۔ جب کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحابؓ صرف شہادت کے لیے میدان میں اُترے۔

اُن عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آئمہ معصومینؑ، جیسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُن کی قبور کے پاس جا کر اُنہیں مخاطب کر کے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں۔

اب تصور کیجیے کہ جب امامؑ اُن پر اپنے ماں باپ کو قربان کر رہے ہیں۔ تو اُن کا مقام کیا ہوگا؟!

آٹھواں فقرہ:

اَللّٰھُمَّ خُصَّ اَنْتَ أَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّی وَابْدَأْ بِهِ اَوَّلاً ثُمَّ الْعَنِ الثَّانِیَ وَالثَّالِثَ وَالرَّابِعَ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ یَزِیدَ خَامِساً وَالْعَنْ عُبَیْدَ اللهِ بْنَ زِیَادٍ وَابْنَ مَرْجَانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَشِمْراً وَآلَ أَبِی سُفْیَانَ وَآلَ زِیَادٍ وَآلَ مَرْوَانَ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

زیارت کا اختتامی حصہ لعنت کی تاکید پر مشتمل ہے۔اور اِس حصے میں زیارت میں مذکور جملہ عام ،خاص افراد، جماعتوں اور اشخاص پر لعنت کی گئی ہے۔

اور اِس کے ساتھ ساتھ ہر روز اول سے آخر تک سب پر تا قیامت لعنت کو جاری رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

لعنت کی ابتداء ان لوگوں سے ہے جنہوں نے محمد اور آل محمد کے خلاف ظلم کی بنیاد رکھی اور پھر جنہوں نے اس معاملے کو جاری رکھا، اور عام طور پر ابوسفیان کے خاندان، زیاد کے خاندان اور مروان کے خاندان پر لعنت بھیجی گئی۔

اور خاص طور پر ان شخصیات کے نام ذکر ہوئے کہ جنہوں نے اہل بیتؑ پر ظلم کرنے میں تاسیسی ،یا حاکمانہ، یا نافذانہ کردار ادا کیا۔

لہٰذا لعنت ہر اس شخص پر جس نے کوئی کردار ادا کیا ہو یا اہل بیتؑ پر ظلم وستم میں کسی بھی طرح سے تعاون کیا ہو۔ان پر) اور حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا جرم، یعنی ان سب پر ایک جامع اور دائمی لعنت قیامت تک، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

فقرۂ سجود

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشّاكِرِينَ لَكَ عَلى مُصابِهِمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلى عَظيمِ رَزِيَّتي اَللّٰهُمَّ ارْزُقْني شَفاعَةَ الْحُسَيْنِ يَوْمَ الْوُرُودِ وَثَبِّتْ لي قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَكَ مَعَ الْحُسَيْنِ وَاَصْحابِ الْحُسَيْنِ الَّذينَ بَذَلُوا مُهَجَهُمْ دُونَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلامُ.

خدا کی حمد کے لیے سجدہ

عاشقوں اور عرفاء کی زیارت کا اختتام خدائے بزرگ و برتر کے سامنے ایک عرفانی سجدہ کے ساتھ ہوتا ہے۔اِسی سجدہ نے امام خمینی (رحمۃ اللہ علیہ) اور شیخ بہجت جیسے عرفاء کو اس زیارت سے جوڑ دیا اور پھر وہ اِس پر ثابت قدم رہے۔چونکہ اللہ تعالٰی کے نزدیک انسان کی سب سے قریب حالت سجدہ کی حالت ہے۔

یہ وہ حالت ہے جسے اہل عرفان پسند کرتے ہیں۔کبھی انسان توبہ، انابت اور استغفار کے لیے سجدہ کرتا ہے۔ جو کہ گناہ گاروں کا طریقہ ہے۔لیکن یہاں سجدہ شکرادا کرنے والوں کا۔مگر سوال یہ ہے کہ شکر کس چیز کا؟! اُس عظیم مصیبت پر شکر کہ جو اسلام، تمام اہل آسمان و زمین اور بالخصوص اہل بیت (علیہم السلام) اوران کے شیعوں پر نازل ہوئی۔ یہ کیسا شکر ہے جو مصیبت پرادا کیا جارہا ہے؟ تو جان لیجیے کہ عرفاءاور اہل عشق کا شکر ہے۔ جو اُنہوں نے اہل عاشورہ و کربلا والوں سے سیکھا ہے۔

شکرگزاروں کی حمد

عاشورہ کے مکتب میں، خدا کی طرف سے ہر چیز خوبصورت اور لائق شکر ہے۔جب سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) سے پوچھا گیا کہ آپؑ کے مردوں کو شہید اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر شہر بہ شہر لے جایا گیا ہے۔آپؑ اِسے کیسا دیکھتی ہیں؟ تو بی بیؑ نے فرمایا:

ما رأیت إلا جمیلاً

میں نے سب اچھائی ہی دیکھی ہے۔

کیونکہ خدا کی طرف سے اوراس کی خاطر ہر چیز خوبصورت اور شکر کے لائق ہے، اور سجدہ وہ حالت ہےجس میں بندہ خدا کے قریب ہوتا ہے۔

شفاعت اور ثابت قدمی

اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کا آخری ہدف یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام دنیا اور آخرت دونوں مقام پر ان کے ساتھ رہیں۔البتہ آخرت زیادہ اہم ہے۔ یہ دنیا آخرت کا مقدمہ ہے جو اس میں ہے وہ اندھا رہے،تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا۔اور جو اس دنیا کے معاملات میں بصیرت سے کام لے۔تو وہ اِس دنیا میں بھی محمد و آل محمدؐ کے راستے پر ہوگا۔اور آخرت میں تو اُس کا مقام ہی الگ ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

''قیامت کے دن انسان اس شخص کے ساتھ محشور گا جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔

یعنی انسان دنیا میں جس سے محبت کرتا تھا اور اس کے قول و فعل سے محبت کرتا تھا، اس کی

فرمانبرداری کرتا تھا، اس کے حکم پر عمل کرتا تھا، وہ قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر اہل بیتؑ کی جنت میں خدا سے ملاقات ہوگی تو شیعہ بھی اُن کے ساتھ ہوں گے۔ کیونکہ محمد وآل محمد کے بغیر تو جنت کا تصور بھی محال ہے۔ یہ مقام شفاعت اور استقامت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اور امام معصوم نے شفاعت کو اہل بیتؑ کے راستے پر ثابت قدم رہنے کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔

ان کی شفاعت کا خواہش مند ہی ثابت قدم رہتا ہے اور شفاعت صرف وہی حاصل کرسکتا ہے جواُن کی راہ پہ ثابت قدم رہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سے مراد دوسرا ہے۔

مومن کی دنیا کی زندگی، اس کے فیصلوں اور طرز عمل میں عقیدۂ شفاعت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس لیے وہ حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور اس کی راہ میں قربانی دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کا حصول استقامت اور قربانی سے ہی ممکن ہے۔

دوسری طرف انسان جتنا زیادہ ثابت قدم ہوگا شفاعت کا اتنا ہی حقدار ہوگا اور اس کی شفاعت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ شفاعت کے اعلیٰ درجات حاصل کریں اور آپ کا نام اور مقام اہل بیت کے ساتھ وابستہ ہو۔ تو آپ پر لازم ہے کہ ہمیشہ اہل بیتؑ کی اطاعت کو اپنا شعار بنا کر رکھیں۔ جیسے امام حسین علیہ السلام کے اصحابؓ نے آپؑ کی اطاعت کی۔

لہٰذا اب جب بھی امام حسین علیہ السلام پر سلام کیا جاتا ہے۔ تو ساتھ میں آپؑ کے اصحاب کا ذکر خیر بھی ہوتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اگر ہم اہل بیتؑ کے ساتھ محشور ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں علم، اخلاق، تقوی، ایمان، عمل صالح اور استقامت و ثابت قدمی میں جنابِ حبیبؓ، بریرؓ، مسلمؓ، زہیرؓ اور دیگر اصحاب حسینیؓ کی روش کو اختیار کرنا ہوگا۔

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

(10)

عزت کی موت

امام حسین علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے:

أَلا وَإِنَّ الدَّعِيَّ ابنَ الدَّعِيِّ قَد رَكَّزَ بَينَ اثنَتَينِ بَينَ السِّلَّةِ وَالذِلَّةِ وَهَيهاتَ مِنّا الذِلَّةُ يَأبى اللهُ ذلِكَ لَنا وَرَسولُهُ وَالمُؤمِنونَ وَحُجورٌ طابَت وَطَهُرَت وَأُنوفٌ حَمِيَّةٍ وَنُفوسٌ أَبِيَّةٍ مِن أَن تُؤثِرَ طاعَةَ اللِئامِ عَلى مَصارِعِ الكِرامِ

سن لو کہ ولد الحرام باپ کے ولد الحرام بیٹے نے مجھے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا کہا ہے۔تلوار کی ضرب کھا کر شہادت کو گلے لگا لوں۔ یا (اُس کی بیعت کر کے) ذلت کی زندگی گزاروں ۔جب کہ ذلت ہم سے بہت دور ہے۔ یہ نہ خدا ہمارے لیے چاہتا ہے، نہ اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ ہی ایمان والے۔ پاکیزہ آغوشوں کے پروردہ، غیرت مند انسان اور بے باک ضمیر کمینوں کی فرماں برداری پر عزت کی موت کو ترجیح دیتے ہیں۔

تمہید

مکتب اہل بیت علیہم السلام تمام انسانیت کے لیے ظاہری اور باطنی زندگی کے تمام شعبوں میں سبق دیتا ہے۔اور اُن میں سے ایک سبق زندگی اور موت کے بارے میں بھی ہے۔

زندگی دو طرح کی ہوتی ہے۔روح کی زندگی اور جسم کی زندگی۔اور روح کی زندگی جسم کی زندگی پر مقدم ہے۔اِسی طرح ایک فرد کی موت و حیات ہے۔اور دوسری اُمت کی موت و حیات ہے۔

کربلا میں عملی سبق یہ تھا کہ امت کو برسوں مردہ رہنے کے بعد زندہ کیا جائے،توحسینی نقطہ نظر موت میں داخل ہونے والے کی زندگی اور زندگی کے پیچھے بھاگنے والے کیلئے موت سے عبارت

ہے۔

موت وحیات

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ زندگی وموت دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک موت وحیات جسم کی اور ایک روح کی ہوتی ہے۔۔جسم کی زندگی اور موت تو عام لوگ جانتے ہیں کہ جسم کی زندگی یہ ہے کہ وہ کھاتا ہے، پیتا ہے،سوتا ہے،اور جسم کی موت یہ ہے کہ ہم اُسے تختۂ غسل پر بے جان وحرکت لاش کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ جہاں تک روح کی زندگی اور موت کا تعلق ہے۔تو جو چیز دین کی تعلیمات سے سمجھی گئی ہے وہ یہ کہ روح صحیح عقائد، اچھے اخلاق اور اعمالِ صالحہ سے زندہ رہتی ہے۔اور اُس کی موت منحرف عقائد، رذائل وپست اخلاق اور برے اعمال انجام دینے سے واقع ہوتی ہے۔

موت وحیات کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

جو شخص اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی غلامی میں زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے رب کی حدود سے تجاوز کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور چوپایوں کی طرح زندگی گزارتا ہے۔وہ انسان کی شکل میں ایک جانور ہے۔۔

فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَان، وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَان، لاَ يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَى فَيَتَّبِعَهُ، وَلاَ بَابَ الْعَمَى فَيَصُدَّ عَنْهُ. وَذلِكَ مَيِّتُ الأَحْيَاءِ

وہ شکل وصورت میں انسان لگتا ہے۔مگر اُس کا دل ایک جانور کا دل ہے۔اُسے ہدایت کے دروازے کا پتہ نہیں کہ اُس کے پیچھے چل سکے اور نہ تاریکی کے دروازے کی کچھ خبر رکھتا ہے کہ اُس سے بچ سکے۔وہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہے۔

امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جاہل زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہے۔

رہا وہ شخص جو اپنے رب کی بندگی میں رہتا ہے،اور اس کے حکم اور منع کرنے پر قادر ہے۔اس کی زندگی اچھی ہوگی، خواہ وہ اس دنیا سے چلا جائے، وہ اپنے اصولوں اور اخلاق کی خوبیوں کے ساتھ زندہ

ہے۔ جیسا کہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَمْ يَمُتْ مَنْ تَرَكَ أَفْعَالاً تُقْتَدَى بِهَا مِنَ الْخَيْرِ، وَمَنْ نَشَرَ حِكْمَةً ذُكِرَ بِهَا

وہ شخص نہیں مرتا ہے کہ جو اپنے پیچھے ایسے اعمال چھوڑ جائے جن کی اتباع کی جائے۔ اور وہ جو حکمت عام کرے اور اُس کا ذکر خیر ہوتا رہے۔

موت وحیات از نگاہ علیؑ

اب ہم آغوش وحی کی پروردہ ہستیؑ کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں اور شہر علم کے دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ تا کہ جان سکیں کہ اِس کے بارے میں مولا علیؑ کیا فرماتے ہیں۔ اُن کے نزدیک موت و حیات کا فلسفہ کیا ہے۔ تا کہ اُسے اپنایا جاسکے۔

ابتدائے قصہ

اس سے پہلے کہ صفین کی جنگ میں امام علی علیہ السلام اور معاویہ ابن ابی سفیان کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوں شام کی فوج کوفہ کے لشکر سے پہلے پانی کی طرف بڑھ گئی، چنانچہ انہوں نے امام علی علیہ السلام کے ساتھیوں کو پانی پینے سے روک دیا۔

چنانچہ وہ امام علی علیہ السلام کے پاس گئے تا کہ آپ کو اس معاملے کی اطلاع دیں، تو امام علیہ السلام نے معاویہ کی طرف قاصد اور خطوط بھیجے کہ پانی پر سب کا حق ہے اور اسے کوئی حق نہیں ہے کہ دوسروں کو پانی پینے سے روکے۔

مگر معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے پیغامات پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنے گناہ کی مستی میں مست رہا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام نے نصیحت کے ذریعہ اُس پر حجت تمام کر دی۔ اور اُس شیطانِ رجیم پر باتوں کا اثر نہ ہوا۔ تو آپؑ نے اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر ایک پر جوش خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:

قَدِ اسۡتَطۡعَمُوكُمُ الۡقِتَالَ فَأَقِرُّوا عَلَى مَذَلَّةٍ وتَأۡخِيرِ مَحَلَّةٍ- أَوۡ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرۡوَوۡا مِنَ الۡمَاءِ فَالۡمَوۡتُ فِي حَيَاتِكُمۡ مَقۡهُورِينَ،والۡحَيَاةُ فِي مَوۡتِكُمۡ قَاهِرِينَ

دیکھو دشمنوں نے تم سے غذائے جنگ کا مطالبہ کر دیا ہے اب یا توتم ذلت اور اپنے مقام کی پستی پر قائم رہ جاؤ، یا اپنی تلواروں کوخون سے سیراب کردواور خود پانی سے سیراب ہوجاؤ۔ درحقیقت موت ذلت کی زندگی میں ہےاور زندگی عزت کی موت میں ہے۔

امیرالمومنینؑ کا یہ خطبہ ان تمام انقلاب کے خواہاں افراد کے لیے تھا جومعاویہ بن ابی سفیان جیسے ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لیے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے راستے پر چلتے ہیں۔ اُن کے پاس بھی دو ہی راستے ہیں۔

یا تو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیرحق کی خاطر قیام کریں، یا پھر ذلت کی زندگی قبول کرلیں۔

ٹوٹا کنواں اور تیار محل

شیطان کی جماعت کے حمایتی زندگی میں سوائے ناانصافی اور ظلم کے کچھ نہیں جانتے۔انہیں صرف حقوق غصب کرنا اور عزتیں پامال کرنا آتا ہے۔ وہ نہ عدل کو قائم رکھتے ہیں اور نہ ہی اصلاح کے خواہاں ہیں۔ وہ اِسی بات پر خوش ہوتے ہیں کہ وہ حاکم بن کر رہیں اور باقی لوگ اُن کے غلام ہوں ۔ان کی حکمرانی ٹوٹے ہوئے کنویں اور تعمیر شدہ محلوں میں رہتی ہے۔

قوم کی صلاحیتوں کو لوٹتے ہیں، اوراس کے ٹیکس پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ جب کہ عام لوگ ان کی میزوں کے ٹکڑوں پر رہتے ہیں۔ بھوک ان کو کھا جاتی ہے، اور خوف کی گرج انہیں چٹکی دیتی ہے، اور نقصان، مصیبت اور بے گھری کی آندھی انہیں ایک یتیم بچے اور سوگوار ماں کے ماتم کے درمیان اڑا دیتی ہے۔ اور گویا وہ کسی اسیر نوجوان کی بیوی ہے۔

جنگ اور تصادم کی ناگزیریت

امن کی زبان ان ظالموں اور جابروں کو سمجھ نہیں آتی۔ جب تک وہ تلوار اور تیر نہ دیکھ لیں! اور ظالم- اپنے ظلم کے ذریعے- لوگوں کو جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور عملی طور پر مظلوموں سے جنگ اور لڑائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ان کے اعمال ان لوگوں کے اعمال ہیں جو امن نہیں چاہتے، اور ان کے ظلم نے آپ کے تمام سکون اور سلامتی کو تباہ کر دیا ہے۔ امیر المومنین ع کے فرمان کے مطابق وہ جنگ کا ذائقہ لینا چاہتے ہیں۔

موت یا ذلت

ظالموں اور جابروں کے سامنے، لوگوں کے پاس دو راستے ہوتے ہیں۔ تیسرا کوئی نہیں ہوتا: یا تو ذلت اور بے عزتی، یا پھر عزت اور وقار کا انتخاب۔

اگر لوگ ظالموں کے غلام بن کر زندگی گزارنا، جنگ و جدل سے خوفزدہ، ظالموں کے اوزاروں اور آلات سے گھبرا کر، ظالموں کے ٹکڑوں پر زندگی بسر کرنے پر راضی ہو جائیں، تو یہ ذلت و رسوائی، بے عزتی، رسوائی کے فیصلے کو قبول کرنا ہے۔

لیکن اگر لوگ گھٹیا اور پست فکر لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ دنیاوی آرام و آسائش کو چھوڑ کر اپنے دل میں رب کی یاد بسا لیں، حق کے دشمنوں سے لڑیں اور ان کی جارحیت کو روکیں، قتل و غارت اور طرح طرح کی آفات، اور قید و بند کی تلخیوں پر صبر کریں۔ تو یہ عزت اور وقار کا انتخاب ہے۔

تلواروں کی زبان

عزت، وقار، شرافت اور عظمت کا راستہ ظالموں اور جابروں کے خون سے تلواروں کو سیراب کرنے سے ہی ہموار ہوتا ہے۔ امیر المومنینؑ کے فرمان ''تلواروں کو خون سے سینچو اور اُن کی پیاس بجھاؤ'' کی روشنی میں وہ اپنی تلواریں اٹھاتے ہیں اور اپنے دشمن کو گھٹنے ٹیکانے کے لیے میدان جنگ میں اُترتے ہیں۔ یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد ان کے مطالبات اور حقوق بحال ہو جاتے ہیں۔ اُن کا دشمن بھاگ جاتا ہے اور واپس نہیں آتا۔ اُن کا ایک ہی شعار ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارا حق ہمیں دو، ورنہ ہم اونٹوں پر سوار ہو کر تمہارا پیچھا کریں گے۔ چاہے سفر کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو۔

ذلت کی زندگی موت ہے

پہلے ہم نے ذکر کیا تھا کہ جسموں اور روحوں میں زندگی اور موت ہے۔ اب ہم یہ بھی کہتے ہوئے ہیں کہ: قوم کی بھی موت اور زندگی ہوتی ہے۔ لہذا قوم کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلامی کی زندگی گزارنے پر راضی ہو جائے۔ اس کی پیشانی پر ذلت و بے بسی کی مہر لگ جائے۔ ایسی حالت میں وہ اپنے علاقے میں بھی مسافر کی طرح ہوتی ہے۔ اُس کی صبح حقارت سے ہوتی ہے اور شام بزدلی پہ جا ٹھہرتی ہے۔

پست و رذیل قسم کے لوگ اُسے پیروں تلے کچلتے ہیں۔ بھوک اُسے مارتی ہے، خوف جلاتا ہے اور تفرقہ کی آگ اُسے خاکستر کیے دیتی ہے۔ بندر یہ ہوائیں اُسے لیے اُڑتی ہیں۔

جیسا کہ فرمان امامؑ ہے کہ ذلت کی زندگی موت ہے۔ لہذا حقیقی موت یہ ہے کہ اُمت اپنے معاملے میں مجبور و بے بس ہو، تاریکی کے کوڑے، وقت کا جبر اور ظلم کسی طرح اُس کا پیچھا نہ چھوڑتا ہو۔ اور وہ خدا کے احکام اور آسمانی شریعت سے کوسوں دور ہو۔

عزت کی موت زندگی ہے

جہاں تک کسی قوم کی زندگی کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ اپنے وطن میں باوقار اور پیاری زندگی گزارے، اپنے رب کے احکام اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق عبادت کرے اور اسے قبول کرنے والی قوم ہو۔ خدائے بزرگ و برتر کی بندگی اور خدا کے دشمنوں کی غلامی کو رد کرنا، ان کے تابع نہ ہونا اور اپنے حقوق اور خودمختاری کا مطالبہ کرنا ایک زندہ قوم کی علامت ہے۔

حقیقی زندگی یہ ہے کہ قوم فتح یاب ہو، اور مغلوب ومحکوم نہ ہو۔ ایسی زندگی اسلام اور اس کی تعلیمات کی طرف لوٹ کر ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ روحوں کی جان کی خاطر جسموں کو خوب تھکانا چاہیے اور حقیقی زندگی کے حصول کے لیے موت پر حملہ آور ہونا چاہیے۔قوم کی زندگی کا دارومدار اس کی تلواروں، نیزوں اور جہاد کی لکیر پر ہے۔۔

کربلا اور اُمت کی حیات

کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے علوی انداز کو متحرک کیا اور اپنے بابا امیر المومنین علیہ السلام کی روش کو اپنے خون کی سیاہی سے لکھا، اور کربلا کے میدان میں اپنے ساتھیوں کی لاشوں سے عزت و سربلندی کے خطوط کھینچے۔

آپؑ اپنے شیرخوار بچے کو ذبح کرا دیا، مگر ذلت قبول نہ کی ۔اور اُمت کے علماء نے کیسے عزت کا لبادہ اوڑھ کر آپؑ کی حرمت کو پامال کیا اور آپؑ کے خیموں کو جلا دیا۔آپؑ نے اپنے خون اور شہادت سے اس قوم کو زندہ کیا اور اپنے طرزِ عمل سے ظالموں اور جابروں کو اکھاڑ پھینکا۔

یوں امام حسینؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کے پاکیزہ خون فتح یاب ہوئے، اور فاسق کو شکست ہوئی۔

ذلت ہم سے دور ہے

یہ وہ لافانی نعرہ ہے جو ابوالاحرار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے بلند کیا تھا۔ یہ ہمیشہ انسانیت کے آسمانوں میں گونجتا رہے گا۔ ایک ایسی پکار جسے آزادفکر لوگ اپنی زندگیوں میں شیطانوں کے خلاف دہراتے اوراس کی پیروی کرتے ہیں!

بدکاراور طلقاء کی اولادیں ہمیشہ لوگوں کو جنگ،لڑائی اورتلواروں سے لڑنے، یاان کے سامنے جھکنے،ان کی مرضی کے آگے سرتسلیم خم کرنے،اوران کے ظلم کے سامنے ہتھیارڈالنے میں سے کسی ایک کے انتخاب پرمجبورکرنے کی کوشش کرتے ہیں! تو یہ سید الشہداء امام حسینؑ پوری دنیا کے مستضعف لوگوں کی طرف سے جواب تھا کہ ہمارے لیے ذلت کوقبول کرنا اورظالموں کے سامنے جھکنا محال و ناممکن ہے۔

ایک لافانی انتخاب ہے جب تک کہ آزادانسان دنیامیں باقی ہیں۔ اور یہ ایک ایسانعرہ ہے جو اس وقت تک بلند ہوتا ہے جب تک ایک پاکیزہ شخص زندہ رہتا ہے۔۔ وہ سب کے سامنے اپنی جرات وغیرت مندی کااظہارکرتے ہوئے کہتاہے:

سن لوکہ بدکارباپ کے بدکاربیٹے نے مجھے دومیں سے ایک چیزکواختیارکرنے پرمجبورکردیاہے ۔کہ عزت کی موت مرجاؤں، یاذلت کی زندگی قبول کروں۔تو یادرکھوکہ ہم ذلت والےنہیں۔ذلت ہم سے دور ہے۔

جرات وجواں مردی

عزت اوروقاراس شخص کاانتخاب ہوتاہےجس کی اصل پاکیزہ اورروح پاک ہو۔وہ عزت و مردانگی کی زندگی گزارتاہےاورظالم کے ہرحکم کواپنے پیروں تلے روندتاہے۔یہ فیصلہ اُن لوگوں کا ہوتا ہے۔جودنیوی لالچ اورفاسق وخائن حکمرانوں کے آگے گھٹنےنہیں ٹیکتے۔

مگر جو گناہوں اور خطاؤں سے آلودہ، دنیا کا فریب خوردہ اور آخرت کو بھول چکا ہو۔تو وہ ہر ظالم کے سامنے بے بس ہو کر جھک جاتا ہے۔اور اُس کے اندر انکار کی جرات نہیں ہوتی۔

عزت کی موت،اور پست فکر لوگوں سے بغاوت

وہ سید الشہداء ہیں جنہوں نے انسانیت کو عزت کا سبق سکھایا اور یہ کہ جب بھی کسی شخص کو عزت کی موت اور ذلت کی زندگی میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنے کا موقع دیا جائے۔

تو اسے جنگ کے میدان میں آنے،اور اپنے گھر والوں کی قربانی کے حوالہ سے بالکل بھی شک نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے لیے یہ بعید از قیاس ہے کہ وہ گھٹیا لوگوں کی بات مانے اور ان کی دھمکیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ چاہے مرحلہ کتنا کٹھن اور دشوار ہی کیوں نہ ہو۔

اِس طرح امام حسین علیہ السلام شہید ہونے کے باوجود بھی زندہ ہیں۔اور آپؑ کا طرز زندگی سب کے لیے واضح و روشن ہے۔

جو شخص امام علیہ السلام کے راستے پر چلے گا وہ زندگی پائے گا اور جو اس راستے سے ہٹ جائے گا اور روگردانی کرے گا تو اُس کا انجام موت اور فنا ہو گا!!

عظم الله لنا ولكم الاجر

وتقبل الله تعالي منا ومنكم باحسن قبول.

مصادر ومنابع

- قرآن كريم.
- نهج البلاغة.
- غرر الحكم ودرر الكلم.
- بحار الأنوار، العلامة المجلسي.
- الكافي، يعقوب الكليني.
- مفاتيح الجنان، عباس قمي.
- موسوعة كلمات الإمام الحسين عليه السلام، لجنة الحديث في معهد باقر العلوم (ع).
- العوالم، الإمام الحسين (ع)، الشيخ عبدالله البحراني.
- اللهوف في قتلى الطفوف، السيد ابن طاووس.
- إبصار العين في أنصار الحسين، محمد بن طاهر السماوي.
- شرح نهج البلاغة، المعتزلي.
- مروج الذهب ومعادن الجوهر، أبي الحسن المسعودي.

- شجرة طوبى، الشيخ محمد مهدي الحائري.
- مستدرك سفينة البحار، الشيخ علي النمازي الشاهرودي.
- دور الأئمة الأطهار في الحياة الإسلامية، الشيخ محمد اليعقوبي.
- إقبال الأعمال، السيد رضي الدين علي بن طاووس.
- الإرشاد، الشيخ المفيد.
- ائمة اهل البيت ، موسوعة الإمام الشهيد السيد محمد باقر الصدر.

آیت اللہ شیخ محمد الیعقوبی (دام ظلہ) نے مجالس حسینی کو فعال اور مؤثر بنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ آپ کہتے ہیں: ہمیں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مجالس کو پہلے کی نسبت زیادہ جاہ وجلال کے ساتھ منعقد کرنا چاہیے۔ اور اُن میں اپنی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنانا چاہیے۔ کیونکہ وہ جہالت پر عقل، ناانصافی پر انصاف، خیانت پر ایمانداری اور ظالموں کی حکومت پر اسلام کی حکومت کے غالب آنے کی مجالس ہیں۔ لہذا جو بھی شخص عمومی اور خصوصی مجالس عزا برپا کرتا ہے وہ آخرت سے پہلے اُن کی دنیاوی برکات سے بھی مستفید ہوتا ہے۔

آیت اللہ العظمی شیخ محمد یعقوبی (دام ظلہ) کے مطابق مجالس حسینی بہت زیادہ برکات اور فوائد کی حامل ہیں جنہیں انسان آخرت سے پہلے اپنی زندگی میں ہی محسوس کرسکتا ہے۔ جو بھی عمومی یا کسی خاص صنف وطبقے کے لیے مجلس عزا منعقد کرے تو اُسے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ملے گی۔

مرکز معارف اسلامی
www.maarefislami.com

@maarefislami @maarefislami @MaarefIslamiOfficial